پروفیسر مولوی حاکم علی رحمۃ اللہ

سابق پرنسپل: اسلامیہ کالج، لاہور

پروفیسر محمد صدیق

مکتبہ رضویہ ⊙ لاہور

میثم قادری

پروفیسر مولوی حاکم علی رحمہ اللہ

رُکن : سررشتہ تالیف و ترجمہ، جامعہ عثمانیہ۔ حیدرآباد (دکن)

اسسٹنٹ پروفیسر : ایف ۔ سی کالج ○ لاہور

پرنسپل : اسلامیہ کالج ○ لاہور

فیلو و سنڈیکٹ : پنجاب یونیورسٹی

ممبر: ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب

ممبر: ایجوکیشن کانفرنس پنجاب

پروفیسر محمد صدیق

مکتبہ رضویہ ○ لاہور

کتاب	پروفیسر مولوی حاکم علی علیہ الرحمۃ
مصنّف	پروفیسر محمّد صدّیق
تقدیم	ڈاکٹر محمّد مسعود احمد
کتابت	خوشتی محمّد ناصر قادری
پروسیس	معراج پروسیس
صفحات	۱۷۲
سنِ طباعت	ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ/جنوری ۱۹۸۳ء
مطبع	کمبائن پرنٹرز لمیٹڈ ـ لاہور
تعداد	۱۱۰۰
ناشر	مکتبہ رضویہ، ۲/۲۴ سوڈھی وال کالونی ملتان روڈ لاہور ۲۵
قیمت	

انتساب

پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم

کے

"پیارے" اسلامیہ کالج کے

نام

میری ہستی کا گُماں جب خاک میں مِل جائے گا
یاد تازہ ہو گی میری زِیست کی تصوِیر سے

حرفِ آغاز

برِّصغیر پاک و ہند میں جن تعلیمی اداروں نے مُسلمانوں کی فلاح و بہبُود کے لِئے کام کیا اُن میں اسلامیہ کالج لاہور کا نام سُنہری حرُوف میں رقم ہے۔ اِس عظیم تعلیمی ادارے کی تاریخ مرتّب کرتے ہُوئے راقم الحروف نے محسُوس کیا کہ اس کی اِبتدا، تعمیر اَور ترقی میں جن نیک اَور درمند حضرات نے حِصّہ لیا اُن میں مولوی حاکم علی بہت نمایاں ہیں۔ مولوی حاکم علی پر کام کرنا میرا موضُوع نہ تھا مگر اُن کی جامع ٹھوس اَور بااُصُول شخصیّت سے میں اِس قدر متاثّر ہُوا کہ وُہ تاثّر ایک کتاب کی شکل اِختیار کر گیا۔

اِس کتاب میں ان کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ اُن کے افکار، تصوّرات، شاعری، سیاسی اَور مِلّی زندگی کے بارے میں مواد اکٹھّا کرنے کی کوشِش کی ہے۔ مولوی صاحِب کی سوانح لِکھنے کے دَوران مجھے جن مشکلات کا سامنا رہا، اُن کا کوئی مداوا نہیں تھا۔ مجھے اُنہیں معلومات پر قناعت کرنا پڑی جو مجھے میّسر آسکیں۔ حالاں کہ اِس باب میں میرا ذہن کبھی بھارت کی طرف منتقل ہوتا اَور کبھی اِنگلستان کے کُتب خانوں کی جانب مبذُول ہوتا ——————

میں اپنے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام، مُحترم رُفقائے کار، ہمدرد احباب اَور لاہور کے کُتب خانوں کے تعاون کا دِلی شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہُوں۔ ان کی راہنمائی اَور مدد کے بغیر یہ کتاب مرتّب نہیں ہو سکتی تھی :۔

ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر غلام حسین ذُوالفقار، ڈاکٹر خواجہ محمّد زکریا، ڈاکٹر محمّد بشیر حسین، ڈاکٹر محمّد اکرم شاہ، ڈاکٹر نذیر احمد، پروفیسر عارف عبد المتین، پروفیسر خواجہ محمد اسلم، پروفیسر میاں افتخار الدین، پروفیسر حاجی محمد یعقوب، پروفیسر فارُوق سُلطان، پروفیسر طفیل دارا، پروفیسر احمد حسن حامد، پروفیسر محمّد اقبال مُجدّدی، پروفیسر سعید۔ اے شیخ، پروفیسر شیخ محمّد رفیق، پروفیسر شیر محمد گریوال، پروفیسر صُوفی ضیاء الحق، جناب امجد الطاف، پروفیسر عبد القیّوم، مولانا ضیاء احمد، پروفیسر عبد الحی صدِّیقی،

پروفیسر احسان سالک۔

مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسحاق بھٹی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، میاں اخلاق احمد ایم اے، میاں مقبول احمد، ڈاکٹر محمد اکرم، مولوی محمد شفیع رضوی، عبدالحمید امرتسری، حافظ محمد سراج سعیدی، خوشی محمد ناصر قادری، عبدالرشید قریشی، حافظ محمد حامد گل، سردار محمد اختر، محمد حنیف، یوسف شیدائی، میاں مظفر احمد ایڈووکیٹ، محمد عمر حیات، سردار محمد،

محترم خلیل حسین منہاس، منیر احمد نعیم، اسد نظامی اور نذیر احمد۔

پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، دیال سنگھ پبلک لائبریری لاہور، لاہور میوزیم لائبریری، لائبریری اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور، لائبریری انجمن نعمانیہ لاہور، ریکارڈ آفس، صدر دفتر انجمن حمایت اسلام لاہور۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا دلی شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بہت تھوڑے وقت میں تقدیم لکھ کر ارسال فرمائی۔

کتاب کی زیبائش اور طباعت کے لئے میں مکتبۂ رضویہ کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔

راقم الحروف کو اپنے کرم فرماؤں، ناقدین اور قارئین کے نقد و تبصرہ، مشوروں اور تجویزوں کا انتظار رہے گا تاکہ اس کتاب کی ترتیبِ ثانی میں جہاں کہیں ضرورت ہو اصلاح و ترمیم کی جا سکے۔

پروفیسر محمد صدیق
شعبۂ اُردو
گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز
لاہور — ۱

۱۹۔ دسمبر ۱۹۸۲ء

فہرس

عکسِ نوادرات

باسمہٖ تعالیٰ

تقدیم

از

پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمد

(۱)

بہار آئی، پھُول کھِلے ــــــ کھِل کھِل کے مُرجھا گئے ــــــ مگر کچھ پھُول ایسے بھی تھے جن کی مہک سے آج بھی دِل کے کنول کھِل رہے ہیں ــــــ خود مُرجھا گئے ــــــ مہک چھوڑ گئے ــــــ زندگی دے گئے ــــــ لوگ سمجھے کہ وُہ مر گئے مگر وُہ نئی زندگی لے کر اُبھر رہے ہیں ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صُورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈُوبے اُدھر نِکلے، اُدھر ڈُوبے اِدھر نِکلے

پروفیسر مولوی حاکم علی گلشنِ اسلام کے ایسے ہی ایک مہکتے پھُول تھے ــــــ اُن کو اِنتقال کئے ایک زمانہ گزر گیا مگر اَب وُہ نئی زندگی لے کر سامنے آرہے ہیں ؎

تُم سے بعید تھا کہ بھُلا دو اگرچہ ہم
ایک عُمر ہو گئی کہ ہُوئے انجمن سے دُور

پروفیسر محمّد صدیق صاحب قابلِ مُبارک باد اَور لائقِ تحسین ہیں کہ اُنہوں نے بڑی عرق ریزی و جانفشانی سے مولوی حاکم علی کے حالات جمع کِئے اَور وُسعتِ قلبی و مؤرّخانہ صداقت و دیانت کے ساتھ قلم بند کِئے۔ یہی نہیں بلکہ تاریخی شواہد مہیّا کِئے اَور بہت سی نادر دستاویزات فراہم کیں اُنہوں

نے شخصیّت کے تمام پہلوؤں کو بہ اختصار سمیٹنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مولائے کریم اُن کو اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ اُنھوں نے ماضی کے ایک ایسے ورق کو اُلٹا ہے جو محقّقین اور مؤرّخین کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

(۲)

پروفیسر مولوی حاکم علی تقریباً ۱۸۶۹ء میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہُوئے اور لڑکپن ہی میں مشرّف باسلام ہو گئے۔ انھوں نے اسکول اور یُونیورسٹی کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کیے۔ انگریزی، عربی، ریاضی، طبیعیات اور کیمیا اُن کے خاص مضامین تھے۔ ۱۸۹۱ء میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ ریاضی کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ پھر اسلامیہ کالج، لاہور آ گئے اور ۹۸-۱۸۹۷ء کے درمیان صدر شعبۂ ریاضی و طبیعیات رہے۔ اس کے بعد سات سال پرنسپل رہے۔ ۱۹۰۴ء میں کالج کی ملازمت چھوڑ دی تھی مگر ۱۹۰۷ء میں پھر بُلا لیے گئے اور صدر شعبۂ ریاضی و سائنس ہو گئے، ۱۹۲۰ء تک اسی عہدے پر رہے ——— وُہ صحیح معنوں میں ایک شفیق اور درد مند اُستاد تھے، اپنی تنخواہ کا بیشتر حصّہ طلبہ کی امداد پر صرف کر دیا کرتے تھے، اُن کا یہ عمل آج کل کے اساتذہ کے لیے بہترین نمونہ ہے ——— کالج میں رہ کر انھوں نے شریعت کی سختی سے پابندی کی چناں چہ ۱۹۰۸ء میں جب اسلامیہ کالج کے ہاسٹل کا افتتاح ہوا تو افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی آئیں ——— اس خاتون نے جب مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مولوی حاکم علی نے مصافحہ نہیں کیا اور اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس پر میاں بیوی دونوں بہت خفیف ہُوئے مگر مولوی صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا۔ حالاں کہ ۱۹۰۸ء کا زمانہ اس جرأتِ مومنانہ کا متحمل نہیں تھا۔

مولوی حاکم علی انجمن حمایتِ اسلام کی جنرل کونسل کے ممبر بھی تھے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر و ترقی میں اُنھوں نے بھرپُور حصّہ لیا، بلکہ اُن کو کالج کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ وُہ پنجاب یُونیورسٹی (لاہور) اور عثمانیہ یونیورسٹی (حیدر آباد دکن) کے شعبۂ تالیف و ترجمہ سے منسلک رہے، کئی کتابیں لکھیں اور کامیاب ترجمے کیے ——— مترجم اور مصنّف ہونے کے علاوہ وُہ شاعر بھی تھے۔ اور انگریزی، پنجابی، فارسی، اُردُو میں شعر کہتے تھے۔

مولوی حاکم علی کو اہل اللہ سے خاص محبّت تھی۔ وُہ سید میر جان کابلی سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں بیعت تھے۔ تقریباً ۱۹۱۷ء میں خواجہ سیّد خاوند محمُود المعرُوف حضرت ایشاں (لاہور) کے دربار سے مُلحقہ ایک حُجرے میں جا رہے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کا مزار اسی درگاہ میں ہے، کتبے پر ۱۹۲۵ء سِنِ وفات کندہ ہے۔

(۳)

مولوی حاکم علی تھے تو ریاضی دان اور سائنس دان مگر وُہ بڑے سیاسی بصیرت کے مالک تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تحریکِ ترکِ موالات چلی اور سیاست والوں نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیہ کالج کے الحاق کو منسُوخ کرانا چاہا تو مولوی صاحب نے اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ انھوں نے مولانا محمّد علی، مولانا شوکت علی، ابو الکلام آزاد، مولوی محمُود حسن دیوبندی وغیرہ کی تحریروں اور تقریروں کا تعاقب کیا، اُن کے خلاف تقریریں بھی کیں اور فتوے بھی آئے۔ تحریکِ ترکِ موالات نے مسلمانوں کو مبہُوت کر دیا تھا اور وُہ بزبانِ بے زبانی کہہ رہے تھے ؎

دِین و دِل جا ہی چُکا، جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکشِ کُفر میں اِک تیرِ قضا اور سہی

مولوی حاکم علی نے دِل سوزی کے ساتھ اِن حالات کا جائزہ لیا، مسٹر گاندھی کو چیلنج کیا جو اُن کے نزدیک مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار تھے۔ وُہ ترکِ موالات کو مسلمانوں کے لیے تباہ کُن سمجھتے تھے اور اِس میں شامل ہونے والوں کو خوابیدہ و غافل۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے رسالے قامع المرتدین والفجار (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں بڑے درد و کرب کے ساتھ خطاب کرتے ہُوئے مسلمانانِ ہند کو یُوں للکارا:-

ہائے، او مُسلمانو جاگو!
ہائے، او مُسلمانو جاگو!
جاگو، ارے جاگو!
ارے مُسلمانو، جاگو!

۱۹۲۰ء میں ایک دردمند نے یہ صدا بلند کی ـــــ پُورے بیس سال کے بعد ۱۹۴۰ء میں بیداری کی لہر آئی اَور قرار دادِ پاکستان منظور کرکے مُسلمانوں نے اپنی بیداری کا اعلان کیا ـــــ اُسی لاہور میں جہاں ہندو مُسلم اتحاد کے نعرے بلند کیئے گئے تھے، اُسی لاہور سے پاکستان کا نعرہ بلند کیا گیا جس کی آوازِ بازگشت پُورے ہندوستان میں سُنی گئی ؎

ہم تک جو دَورِ جام پھر آئے تو کیا عجب!
یہ بھی نہیں ہے گردشِ چرخِ کہن سے دُور!

انجمن حمایتِ اِسلام کے بعض اربابِ حل و عقد ترکِ موالات اَور یُونیورسٹی سے اِلحاق منسُوخ کرنے کے حامی تھے، خود سیاسی فضا بھی اِس تحریک کے لیئے ساز گار تھی اَور ایک طوفان اُٹھا ہوا تھا مگر مولوی حاکم علی نے طوفان کا مقابلہ کیا، نہ اپنی مُلازمت کی پرواہ کی، نہ عزّت کی پرواہ کی اَور نہ زندگی کی پرواہ کی ـــــ وُہ آتشِ نمرُود میں بے خطر کُود پڑے ـــــ زندہ باد اَے ہمّتِ مردانہ! ـــــ اِس جُرمِ وفا کی پاداش میں ۵۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کے اجلاس میں اُن کو اِسلامیہ کالج کی ملازمت سے معطّل کر دیا گیا ؎

خُوگرِ جَور پہ تھوڑی سی جفا اَور سہی!
اِس قدر ظُلم پہ مَوقُوف ہے کیا؟ اَور سہی!

سب کچھ کیا مگر یُونیورسٹی سے کالج کا اِلحاق باقی رہا ـــــ اَور بالآخر مولوی حاکم علی ہی کامیاب رہے ـــــ بے عزّت کرنے والوں نے اُن کو بے عزّت کرنے کی کوشش کی مگر عزّت دینے والا جس کو عزّت دیتا ہے اُس کو کوئی چھین نہیں سکتا، رُسوا کرنے والا خود رُسوا ہو جاتا ہے۔ ـــــ ہاں رُسوائی کا زمانہ گزر گیا ـــــ عزّت کا زمانہ آیا ہے ع

ہے اِبتدا ہماری، تِری اِنتہا کے بعد

(۴)

مولوی حاکم علی اَور علّامہ اِقبال کے درمیان راہ و رسم رہی، قرائن سے یہی اندازہ ہوتا ہے ـــــ دونوں ایک محلّے میں رہے، دونوں اِسلامیہ کالج سے متعلق رہے، علّامہ اقبال

کچھ عرصے مولوی حاکم علی کے رفیقِ تدریس بھی رہے ـــــ دونوں انجمن حمایتِ اِسلام کے رُکن بھی رہے ـــــ مولوی حاکم علی عُمر میں علّامہ اِقبال سے بڑے تھے۔ ۱۴۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۰ء کے اجلاس میں انجمن حمایتِ اِسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیّت سے علّامہ اِقبال نے جو رپورٹ پڑھی تھی اُس میں مولوی حاکم علی کے فتوے کا ذکر ہے جو اُنہوں نے اِمام احمد رضا کی توثیق کے ساتھ شائع کرایا تھا۔ خود اِقبال بھی ترکِ موالات کے مخالف تھے مگر اُنہوں نے محتاط روش اِختیار کی اَور یہ بیان دیا:-

"مسُلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہُوں کہ اگر وُہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت اِسلامی نقطۂ نظر سے بالکل تباہ ہو جائے گی"

(فاران، ہجرت نمبر، اِسلامیہ کالج، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۱۱۷)

یہ وُہی بات ہے جس کا پرچار اِمام احمد رضا کرتے رہے اَور اِس خیال پر مولوی حاکم علی نے زور دیا اَور اپنے رسالے کے ذریعہ اس کی اشاعت کی۔

علّامہ اقبال تحریکِ ترکِ موالات کے علاوہ تحریکِ خلافت کے بھی خلاف تھے، اُنہوں نے واضح اَور بے باکانہ مؤقف اِختیار کیا اَور فرمایا:-

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا   خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی!
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہُو سے   مسلماں کو ہے ننگ وُہ پادشاہی

وُہ خلافت کی بھیک مانگنے سے مرجانے کو ترجیح دیتے ہیں ؎

"مرا از شکستن چُناں عار ناید
کہ از دِیگراں خواستن مومیائی"

(۵)

اِمام احمد رضا خاں بریلوی سے بھی مولوی حاکم علی کے گہرے تعلقات تھے، دونوں میں بڑی یگانگت اَور ہم آہنگی تھی ـــــ اِمام احمد رضا اگر "نہایت اندیشہ و کمال جنُوں" کے آئینہ دار تھے تو مولوی حاکم علی "خیال و نظر کی مجذُوبی" کے ترجمان ـــــ وُہ اِمام احمد رضا سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اِس کا اندازہ اِس مصرعے سے ہوتا ہے جو وُہ اپنے رسالے کی پیشانی پر لکھا کرتے تھے۔ ع

مجدّدِ الفِ ثانی و مجدّدِ حاضرہ دارمی!

اِمام احمد رضا کے اُن پر گہرے اثرات تھے، دونوں کے درمیان مراسلت بھی تھی، امام احمد رضا کے ہاں ان کا آنا جانا بھی تھا اور یقیناً جب امام احمد رضا لاہور آتے ہوں گے ان سے ضرور ملاقاتیں ہوتی ہوں گی ——— مولوی حاکم علی مذہبیات، فقہیات، سیاسیات اور سائنسی موضوعات پر امام احمد رضا سے تبادلۂ خیالات کرتے تھے، امام احمد رضا کا رسالہ "نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان" (مطبوعہ لکھنؤ) مولوی حاکم علی کے ایک استفسار کے جواب میں لکھا گیا ہے ——— اس رسالے میں امام احمد رضا نے مولوی حاکم علی کو نصیحت فرمائی ہے کہ قرآنی اصولوں کو سائنسی اصولوں پر نہ پرکھیں بلکہ سائنسی اصولوں کو قرآنی اصولوں پر پرکھیں اور سائنس نے جہاں جہاں غلطیاں کی ہیں اُس کی نشاندہی کریں۔ خود امام احمد رضا نے کاپرنیکس، نیوٹن، آئن اسٹائن وغیرہ کے نظریات کا تعاقب کرتے ہوئے یہی روش اختیار کی ہے۔ راقم کے پاس سائنسی موضوعات پر امام احمد رضا کے قلمی اور نادر مقالات محفوظ ہیں۔

تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں مولوی حاکم علی نے تحریک کی مخالفت میں جو فتویٰ دیا تھا امام احمد رضا سے اس کی توثیق کرائی۔ مولوی حاکم علی نے ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ (۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء) کو اپنا فتویٰ توثیق کے لئے امام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کیا جس کے جواب میں امام احمد رضا نے المحجۃ المؤتمنہ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا اور دوسرے ہی روز ۱۵ صفر ۱۳۳۹ھ (۲۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء) کو بھجوا دیا۔ جلدی اس لئے کی گئی کہ مولوی حاکم علی نے لکھا تھا کہ فتویٰ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس میں پیش کرنا ہے جس کے جنرل سیکرٹری علّامہ اقبال تھے ——— امام احمد رضا کے مؤقف کی مختلف علماء نے حمایت کی، ان میں سرِفہرست راقم کے والدِ ماجد مفتیٔ اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی، والدِ ماجد کے عمِ محترم مولانا محمد عبد المجید اجمیری اور جدِّ امجد کے خلیفہ مولانا محمد رکن الدین شاہ الوری نظر آتے ہیں ———

مولوی حاکم علی مشرباً نقشبندی مجدّدی تھے۔ مگر ان کو امام احمد رضا سے ایک عشق تھا حالانکہ وہ مشرباً قادری تھے، مولوی حاکم علی امام احمد رضا کو اس صدی کا مجدّد قرار دیتے ہیں۔ اور حد تو یہ ہے کہ تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں جب انہوں نے مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دیتے ہوئے مسٹر گاندھی کی چالوں اور بعض مسلم علماء کی ناعاقبت اندیشانہ روش سے پناہ مانگی تو بے ساختہ پکار اٹھے:۔

الاماں یا مجدّدِ مائتہ حاضرہ!

مولوی حاکم علی کی یہ بے لاگ محبّت و اُلفت دورِ جدید کے اہلِ طریقت کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

مولوی حاکم علی ریاضی دان اور سائنس دان ہوتے ہوئے متصلّب سُنّی تھے جس کو عُرفِ عام میں "بریلوی" کہا جاتا ہے۔ ریاضی دان کا اندازِ فکر منطقی ہوتا ہے پھر ایسا ریاضی دان جس نے آغوشِ کفر میں آنکھیں کھولی ہوں، اُس کا انداز تو اور بھی معقول ہونا چاہیئے تو ایسے عالم کا یہ مسلک اختیار کرنا اور اس پر سختی سے قائم رہنا ایک قابلِ توجّہ حقیقت ہے۔

الغرض مولوی حاکم علی دین کے متوالوں، شیدائیوں، سیاست دانوں، سائنس دانوں کے حلقوں میں ہمیشہ یاد کئے جائیں گے ——— وہ عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے ——— ماہر ریاضی داں، صاحبِ بصیرت سیاست دان اور متصلّب سُنّی تھے ——— اُنہوں نے ملّتِ اسلامیہ کی بے مثال خدمات انجام دیں ——— وہ اسلام کے ایک عظیم فرزند تھے، جو زمانے کے ساتھ نہ بہے بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ بہایا ——— سچ کہا ہے، خُوب کہا ہے۔

ع ایّام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین!

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج
ٹھٹھہ (سندھ، پاکستان)

۲۷۔ محرّم الحرام ۱۴۰۳ھ
۱۴۔ نومبر ۱۹۸۲ء

پروفیسر مولوی حاکم علی

خاندان

مولوی حاکم علی موضع مکیریاں ضلع ہوشیار پور[۱] (بھارت) کے ایک متموّل[۲] سکھ گھرانے میں پیدا ہُوئے۔ اِن کے والد کا نام سردار پنجاب سنگھ اَور والدہ کا نام مائی گولاں[۳] تھا۔ سردار پنجاب سنگھ مائی سدا کور[۴] کے ملازم تھے۔ والدین نے اُن کا نام حاکم سنگھ رکھا۔ اِسلام کی حقّانیت نے اِس ذہین نوجوان کو اپنی طرف متوجّہ کیا۔ تمام آبائی ورثے اَور رشتے داریوں کو بالائے طاق رکھ کر مُسلمان ہو گئے۔ اَور اپنا نام حاکم علی رکھ لیا۔ انجمن حمایتِ اسلام لاہور کی قلمی اَور مطبُوعہ رُوئیدادوں اَور یُونیورسٹی کیلنڈروں میں بعض جگہ اُن کا نام منشی حاکم علی اَور کئی جگہ مولوی حاکم علی درج ہے۔ مگر وُہ مولوی حاکم علی کے نام سے معرُوف ہُوئے۔ وُہ خود اپنے نام کے ساتھ لفظ "مولوی" لکھا کرتے تھے۔

۱۔ بروایت مولانا ضیاء احمد ولد مولوی خورشید عالم مرحُوم خطیب مسجد خیر دین امرت سر
مولانا ضیاء احمد ۱۹۰۳ء میں امرت سر میں پیدا ہُوئے اَور کُوچہ عارف ڈار میں مقیم رہے۔ مولانا موصُوف آج کل لاہور میں مُقیم ہیں۔

۲۔ تاریخِ جلیلہ از غلام دستگیر نامی متوّلی مطبُوعہ لاہور ۱۹۳۷ء ص ۱۶۹ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اَور ڈاکٹر نذیر احمد (روایت)

۳۔ بروایت سردار محمد اختر ولد سردار غلام نبی
سردار محمد اختر مولوی حاکم علی کی اکلوتی بیٹی غلام سکینہ کے فرزند ہیں۔ اِن کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۲ء ہے۔ حال مقیم موضع آدھن ضلع قصُور

۴۔ مائی سدا کور قلعہ مکیریاں کی رانی تھیں۔ قلعہ ہی میں مقیم تھیں۔ اِن کی بیٹی رانی مہتاب کور، راجہ رنجیت کو بیاہی تھیں۔ سردار پنجاب سنگھ اِسی مائی صاحبہ کے ملازم تھے۔ رانی سدا کور بہت بہادر اَور نڈر خاتُون تھیں۔

تعلیم

مکیریاں کے مشہور عالم مولوی خدا بخش مرحوم، جو بعد میں مسجد خیر دین ہال بازار امرتسر کے خطیب بنے، سے قرآن مجید پڑھنے کے بعد ابتدائی تعلیم گورداسپور میں حاصل کی۔ انٹرنس (میٹرک) کا امتحان گورداسپور میونسپل بورڈ سکول کی طرف سے ۱۸۸۷ء میں رول نمبر ۸۴ کے تحت حاکم علی کے نام سے بعمر ۱۸ سال پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا یعنی میٹرک کا امتحان پاس کرنے سے پہلے وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اس لحاظ سے تاریخ پیدائش ۱۸۶۹ء بنتی ہے۔ ان کے ابتدائی حالاتِ زندگی پردۂ اخفا میں ہیں۔

۱۸۸۷ء میں میٹرک کرنے کے بعد وہ لاہور آ گئے اور مشن کالج لاہور (ایف سی کالج) میں ایف اے سالِ اوّل میں داخلہ لے لیا۔ بی اے (۱۸۹۱ء) تک یعنی چار سال اسی کالج میں زیرِ تعلیم رہے۔

ذہانت

آپ کا تعلیمی ریکارڈ آپ کی ذہانت اور فطانت کا ثبوت ہے۔ آپ نے اپنے تمام امتحانات امتیازی حیثیت سے سرکاری وظائف لے کر پاس کیے۔ آپ کے تعلیمی ریکارڈ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام امتحان	رول نمبر	سال	عمر	ادارہ	یونیورسٹی	ڈویژن/نمبر/پوزیشن	مضامین
انٹرنس (میٹرک)	۸۴	۱۸۸۷ء	۱۸	میونسپل بورڈ سکول گورداسپور	پنجاب یونیورسٹی	یونیورسٹی بھر میں دوم رہے	انگریزی، ریاضی، تاریخ، اختیاری عربی اور فزیکل سائنس۵
ایف اے	۱۱۷	۱۸۸۹ء	۲۰	مشن کالج لاہور	،،	۲۲۷ نمبر یونیورسٹی بھر میں اوّل	انگریزی، عربی، فارسی، ریاضی، فزکس اور کیمسٹری۶
بی اے	۴۴	۱۸۹۱ء	۲۲	،، ،،	،، ،،	نمبر ۲۷۳ سیکنڈ ڈویژن یونیورسٹی میں دسویں پوزیشن	انگریزی، عربی، ریاضی، فزکس اور کیمسٹری۷

۵ پنجاب گزٹ مطبوعہ ۲۲ ستمبر ۱۸۸۷ء حصّہ سوئم۔ ص ۱۰۳۴

۶ ،، ،، ،، ۲۵ اپریل ۱۸۸۹ء ،، ،، ص ۵۴۹

۷ ،، ،، ،، ۳۰ اپریل ۱۸۹۱ء ،، ،، ص ۵۲۶

تدریسی خدمات

مولوی صاحب نے ایف اے اور بی اے کے امتحانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ مشن کالج کے اساتذہ آپ کی قابلیت کی بناء پر آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز ۱۸۹۱ء میں مشن کالج لاہور سے اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ ریاضی کی حیثیت سے کیا۔ اس زمانہ میں اس کالج میں شعبہ ریاضی کی سربراہی پروفیسر جے جی گل برٹسن کے پاس تھی۔ پروفیسر جے سی آر یوینگ پرنسپل تھے۔ اس وقت اسی کالج میں مولوی محمد حسین شعبہ فارسی اور مولوی محمد باقر شعبہ عربی کے صدر تھے۔ مولوی حاکم علی ۹۷-۱۸۹۶ء کے سیشن تک مشن کالج ہی سے وابستہ رہے۸۔

اس کالج کی تقریباً سات سالہ ملازمت کے دوران مذکورہ بالا اساتذہ کے علاوہ مندرجہ ذیل پروفیسر صاحبان کے ساتھ آپ کو کام کرنے کا موقعہ ملا (۱) ایچ سی ویلٹی (۲) جے ایچ اوربیسن (۳) ایم سی مکرجی (۴) پنڈت گنیش دت (۵) جے ایم مکومب (۶) ایچ ڈی گریس ولڈ اور (۷) لالہ تیرتھ رام۹۔ ان میں سے بہت سے اساتذہ کے سامنے آپ نے زانوئے تلمّذ بھی تہہ کیا تھا۔

مولوی حاکم علی ۹۸-۱۸۹۷ء کے سیشن میں اسلامیہ کالج لاہور کے تدریسی عملہ میں صدر شعبۂ ریاضی اور علمِ طبعی کی حیثیت سے شامل ہو گئے۱۰۔ دو سال تک وائس پرنسپل اور صدر شعبۂ ریاضی و علمِ طبعی رہے۔ یہ زمانہ انہوں نے پروفیسر نبی بخش بی اے کی پرنسپل شپ میں گزارا جو اسلامیہ

۸ پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ۹۷-۱۸۹۶ء، ص ۳۷۶

۹ ،، ،، ،، ۹۲-۱۸۹۱ء ،، ۳۱۹

،، ،، ،، ۹۳-۱۸۹۲ء ،، ۳۴۳

،، ،، ،، ۹۵-۱۸۹۴ء ،، ۳۶۷

،، ،، ،، ۹۷-۱۸۹۶ء ،، ۳۷۶

۱۰ ،، ،، ،، ۹۸-۱۸۹۷ء ۳۸۰

ہائی سکول شیرانوالہ کے ہیڈ ماسٹر بھی تھے اور کالج کے پرنسپل بھی۔ ۹۹-۱۸۹۸ء کے سیشن میں آپ کو کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا[11] آپ کے زمانہ میں کالج نے بہت ترقی کی وہ ۶۔ مارچ ۱۹۰۴ء تک تقریباً سات سال پرنسپل کے عہدہ پر متمکن رہ کر نہایت جاں فشانی، لگن اور جذبہ سے کالج کی فلاح و بہبود اور نشوونما کے لئے کام کرتے رہے۔ ۶۔ مارچ ۱۹۰۴ء کو بعض داخلی اور ذاتی معاملات کی بنا پر مندرجہ ذیل استعفیٰ کے ذریعہ سکرٹری کالج کمیٹی کو اپنی پرنسپل شپ سے علیحدہ ہونے اور بطور پروفیسر کام کرنے کی اطلاع دی۔ آپ لکھتے ہیں :-

"میں کل سے پرنسپلی کا کام نہیں کیا کروں گا، صرف پروفیسری کا کام کیا کروں گا۔ یہ تحریر میرا پرنسپل کے کام سے استعفا اور محض پروفیسری کی درخواست خیال فرمائی جائے۔ کل کالج ۱۱ بجے کھُلے گا۔ لہٰذا گزارش ہے کہ ۱۱ بجے دن کے آپ کالج میں تشریف ارزانی فرما کر پرنسپلی کے کام (کا) انتظام فرماویں، بصورت ایسا نہ ہونے کے میں پرنسپلی کے کام کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ اور اس کام میں جو ہرج ہوگا میں اس سے بری الذّمہ ہوں گا۔"

حاکم علی پرنسپل و پروفیسر ریاضی و علمِ طبعی
اسلامیہ کالج لاہور
۶۔ مارچ ۱۹۰۴ء[12]

۷۔ مارچ ۱۹۰۴ء سے مولوی صاحب کا استعفا منظور کر لیا گیا اور آپ کی جگہ شیخ عبدالعزیز کو قائم مقام پرنسپل مقرر کر دیا گیا۔ اور مولوی صاحب کی تنخواہ ایک سو دس روپے ماہوار مقرر ہوئی۔ وہ بحیثیت پرنسپل کالج انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل اور کالج کونسل کے ممبر تھے۔ یہ ممبر شپ ختم ہو گئی اور ان کی بجائے منشی عبدالغنی کو ممبر مقرر کیا گیا۔ شیخ عبدالعزیز ۷۔ مارچ ۱۹۰۴ء سے ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء تک پرنسپل رہے۔ اور جب انہوں نے کالج سے الگ ہونا چاہا تو ایک مرتبہ پھر

[11] پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء ص ۴۲۰

[12] قلمی رجسٹر روداد ہائے جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۴ء شق نمبر ۱۲۰ (۲۸/۶/۱۹۰۳ء — ۲۴/۶/۱۹۰۶ء)

مولوی حاکم علی کو کالج کا پرنسپل مقرر کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر آپ رضامند نہ ہوئے تو ڈاکٹر ایم۔ اے غنی کو کالج میں پرنسپل کا عہدہ پیش کیا گیا۔ آپ اُس وقت افغانستان کے دربار سے وابستہ تھے۔ دربارِ افغانستان سے نوکری چھوڑ کر کالج سے منسلک ہوئے۔ امیر حبیب اللہ شاہِ افغانستان ڈاکٹر محمد عبدالغنی کی ذاتی کوششوں ہی سے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے ۳۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو کالج میں آئے تھے۔[13]

۷۔ مارچ ۱۹۰۴ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۰۵ء تک مولوی صاحب کالج کے شعبۂ ریاضی و سائنس سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد آپ کالج سے الگ ہو گئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل منعقدہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی چند سطریں اس امر کی وضاحت کے لئے پیشِ خدمت ہیں :-

"مولوی حاکم علی صاحب کا کالج سے قطع تعلق کرنا یقینی ہے۔ اس لئے اس اسامی پر منشی رمضان علی صاحب ایم۔ اے اور منشی خورشید محمد صاحب ایم۔ اے امیدواران میں سے منشی خورشید محمد کو مقرر کیا جائے۔"[14]

اسلامیہ کالج کی تقریباً سات سالہ (۱۸۹۷ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۰۵ء) ملازمت کو بوجوہ خیر باد کہنے کے بعد مولوی صاحب گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۰۵ء سے ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء تک تقریباً دو سال اسی سکول میں تعلیمی اور انتظامی خدمات انجام دیتے رہے[15]۔ انجمن آپ کی صلاحیتوں سے واقف تھی۔ چنانچہ نومبر ۱۹۰۷ء میں ایک بار پھر انجمن نے کوشش کی کہ مولوی صاحب دوبارہ کالج میں شعبۂ ریاضی و سائنس کی سربراہی سنبھال لیں۔ انجمن کے پُرزور اصرار پر یکم دسمبر ۱۹۰۷ء کو آپ سرکاری ملازمت چھوڑ کر ۱۸۵ روپے ماہوار تنخواہ پر دوبارہ اسلامیہ کالج میں آ گئے اور دس سال کا اقرار نامہ تحریر کیا گیا کہ مولوی صاحب دس سال سے قبل کالج

[13] انجمن کا ماہواری رسالہ مارچ ۱۹۰۷ء جلد ۲۴ نمبر ۳ مطبوعہ یکم اپریل ۱۹۰۷ء ص (۹۱)

[14] قلمی رجسٹر روئداد ہائے جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور ۲۸ جون ۱۹۰۳ء سے ۲۴ جون ۱۹۰۶ء (۱۸ جنوری اور ۱۱ فروری ۱۹۰۵ء کو منعقدہ کالج کونسل کی تجاویز پر فیصلہ شق نمبر ۴۵)

[15] پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ۰۸-۱۹۰۷ء، ص ۳۹۳

کو نہیں چھوڑیں گے[16]۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء تک مولوی صاحب کالج سے وابستہ رہ کر اسلامیانِ برّصغیر کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ تحریکِ ترکِ موالات کی شدید مخالفت کے باعث آپ کو بارہ سال ایک ماہ دس دن کی ملازمت کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ء کو معطّل کر کے اُن کی جواب طلبی کی گئی مگر اُنھوں نے خود ہی ہمیشہ کے لیئے کالج سے قطع تعلق کر لیا۔[17]

ایف سی کالج لاہور (مشن کالج) اَور اِسلامیہ کالج کے دفاتر اَور کُتب خانوں کی بہت چھان پھٹک کے باوجود آپ کی سروس بک یا دیگر کاغذات نہیں مل سکے۔ جن سے آپ کے ذاتی اَور ملازمتی حالات پر روشنی پڑ سکتی تھی۔

اِسلامیہ کالج کی تعمیر

اِسلامیہ کالج کی تعمیر، ترقی اَور فروغ میں جن شخصیات نے بھرپور حصّہ لیا ان میں مولوی حاکم علی کا نام بھی سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ آپ ایک دردمند اَور حسّاس مسلمان تھے۔ قوم کا درد اُن کے دل میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ برّصغیر کے مسلمانوں کی زبُوں حالی اَور پسماندگی پر کڑھتے تھے وُہ مسلمانوں کی اقتصادی پسماندگی اَور اخلاقی زوال کا مداوا تعلیم اَور صرف تعلیم کو خیال کرتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ زیورِ تعلیم ہی اِسلامیانِ ہند و پاک کو ترقی یافتہ اقوام کی صف میں کھڑا کر سکتا ہے۔ اِسی لیئے وُہ ساری زندگی اِسلامیہ کالج سے وابستہ رہ کر مسلمان نوجوانانِ برّصغیر کی تعلیمی ترقی اَور تہذیب ذہن کے لیئے کوشاں رہے۔ حکیم احمد شجاع پاشا لکھتے ہیں کہ وُہ انجمن حمایتِ اِسلام کے بانیوں میں سے ایک تھے۔[18] وُہ انجمن میں بااثر شخصیّت کے حامل تھے۔ انجمن کی جنرل کونسل اَور کالج کونسل کے ممبر تھے۔

---

[16] رُوداد مینجنگ کمیٹی انجمن حمایتِ اِسلام لاہور منعقدہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء ص ۳ (آپ کا تقرر ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء کو انجمن کے اجلاس منعقدہ بصدارت مفتی محمد عبداللہ ٹونکی عمل میں آیا)

[17] روزنامہ پیسہ اخبار مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۲۰ء، ص ۲ کالم ۲

[18] "نقوش" لاہور، جنوری ۱۹۶۶ء ص ۱۶ مضمون بعنوان "لاہور کا چیلسی"۔

آپ تن، من اَور دھن سے کالج کے فروغ و نشو و نما کے خواہاں اَور کوشاں تھے تعمیر کالج میں آپ نے بھرپور حصّہ لیا۔ کالج کی عمارات کی تعمیر کے لیئے طلبا اَور اساتذہ ٹولیوں کی شکل میں برِصغیر کے طول و عرض میں پھیل کر چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب اِس عظیم منصُوبہ کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا کرتے تھے۔ ستمبر ۱۹۰۰ء میں مولوی صاحب اَور شیخ عبدُالقادر بی۔ اے چندہ کی مہم پر شملہ گئے اَور وہاں سے کافی چندہ جمع کر کے لائے۔[19]

مولوی حاکم علی، پروفیسر ایم۔ اے غنی اَور خواجہ دل محمّد کی راہ نمائی میں کالج کے طلبا مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر کالج کے لیئے ملک کے مخیّر حضرات سے چندہ جمع کرنے شہر، شہر، گاؤں گاؤں اَور قریہ قریہ جایا کرتے تھے۔[20]

اِس ابتدائی دَور میں انجمن کے سکُول اَور کالج کا تمام تدریسی اَور غیر تدریسی عملہ بھی اِس ملّی منصُوبہ کی تکمیل کے لیئے حسبِ توفیق ماہوار چندہ دیا کرتا تھا۔ مولوی حاکم علی ہمیشہ بارہ آنے چار پائی ماہوار چندہ دیا کرتے تھے جو دیگر تمام ملازمین کے اِنفرادی ماہوار چندہ سے زیادہ ہوتا تھا۔ کیونکہ اکثر حضرات چار آنے، دو آنے اَور ایک آنہ بطور چندہ دیا کرتے تھے۔[21]

۱۸۹۲ء میں اِسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ کی عمارت کے صرف دو کمروں میں اسلامیہ کالج قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۰۰ء میں کالج میں ڈگری جماعتوں کا اجرا ہونے سے کمروں کی شدید کمی محسُوس کی گئی۔ مولوی صاحب اُس زمانہ میں کالج کے پرنسپل تھے۔ اُنھوں نے بے حد کوشش کی کہ کالج کے لیئے سکُول کی عمارت میں الگ کمرے تعمیر کیئے جائیں۔ چنانچہ اُن کی کوششیں بارآور ہُوئیں۔ اَور ۲۴ مارچ ۱۹۰۱ء کو طے پایا کہ سکول کے شمالی ہال اَور سائنس رُوم کی چھت پر کالج کے لیئے پانچ کمرے تعمیر کیئے جائیں۔[22] اِن کمروں کی تعمیر کے بعد کالج کے پاس کافی جگہ ہوگئی۔

---

[19] رجسٹر رُوداد ہائے اجلاس انجمن حمایتِ اسلام (مینجنگ کمیٹی) ۲۴ ۶/۱۹۰۰ء — ۱۷ ۵/۱۹۰۳ء، شق نمبر ۹۷

[20] مجلّہ کریسنٹ مارچ ۱۹۱۸ء ص ۱۰

[21] انجمن کا ماہواری رسالہ جنوری ۱۹۰۱ء ص ۱۲

[22] رجسٹر رُوداد ہائے اجلاس مینجنگ کمیٹی انجمن حمایت اسلام ۲۴ ۶/۱۹۰۰ء — ۱۷ ۵/۱۹۰۳ء، شق نمبر ۸۴

۱۹۰۴ء میں لاہور میں شدید زلزلہ آیا۔ اس سے بہت سی عمارات متاثر ہوئیں کالج کی عمارت میں دراڑیں پڑ گئیں تو کالج کو فوری طور پر ایک نئی عمارت میں عارضی طور پر منتقل کیا گیا۔ مولوی صاحب نے کالج کی اِس نقلِ مکانی کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام تک پہنچایا[۲۳] اور ایک ہی دن میں اِس نقلِ مکانی کو اِس عُمدگی سے مکمّل کروایا کہ اگلے دن طلباء اپنی اپنی جماعتوں میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے لگے۔

آپ ایک ہمدرد ماہرِ تعلیم تھے اس لئے آپ کو طلباء کے مسائل سے گہری دلچسپی تھی ان کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ کالج کی بے شمار تدریسی اور عملی مصروفیات کے باوجود وُہ ایک زمانہ تک کالج ہوسٹل کمیٹی کے سکرٹری اور اس کے بعد اعزازی سُپرنٹنڈنٹ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اِس زمانہ میں ہوسٹل کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مولوی چراغ دِین کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی[۲۴]

آپ ایک ماہرِ سائنس دان تھے اِس لئے کالج کی تجربہ گاہوں کو جدید سازوسامان سے لیس رکھنے کے لئے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہتے تھے[۲۵] اُنہوں نے کالج کی تجربہ گاہ میں سائنس کے مضامین کی کتب کی ایک علیحدہ لائبریری قائم کر رکھی تھی۔ اِس کتاب خانہ کا کالج کی عام لائبریری سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب وُہ کالج سے علیحدہ ہوئے تو یہ شعبہ جاتی لائبریری کالج کی عام لائبریری میں مدغم کر دی گئی۔

مولوی صاحب کو مُسلمانوں کی اِس عظیم درسگاہ[۲۵ الف] سے غایت درجہ الفت و محبّت تھی کہ آپ ہمیشہ اسے پیارے اِسلامیہ کالج کے نام سے پکارتے اور جس سرگرمی، جانفشانی اور توجّہ سے اُنہوں نے اپنے فرائضِ منصبی کو سرانجام دیا، انجمن حمایتِ اِسلام کا ریکارڈ اس پر شاہد و عادل ہے آئندہ صفحات پر دی جانے والی انجمن کی ایک مطبوعہ سالانہ رپورٹ کے عکس کا کچھ حصّہ ملاحظہ ہو۔

---

[۲۳] مجلّہ اسلامیہ کالج منتھلی اپریل ۱۹۰۵ء ص ۹

[۲۴] انجمن کا ماہواری رسالہ جنوری ۱۹۰۱ء ص ۱۲

[۲۵] رُوداد مینجنگ کمیٹی انجمن حمایتِ اِسلام منعقدہ ۵ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۲۰

[۲۵ الف] پہلے آٹھ سال اِسلامیہ کالج درجہ ایف۔ اے تک اور ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء سے بی۔ اے کی کلاسوں کا آغاز ہُوا۔ (انجمن کا ماہواری رسالہ مئی ۱۹۰۰ء، ص ۲۸)

رجسٹر نمبر ۱۵۶ ایل

جلد ۱۶ — نمبر ۲

یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

سالانہ رپورٹ

بابت ۱۸۹۸ء

دربارۂ کارروائی انجمن حمایتِ اسلام لاہور

جو

انجمن کے چودھویں سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۴-۲۵-۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

میں پڑھی گئی - اور رسالہ

ماہ شوال المکرم ۱۳۱۶ھ مطابق

ماہ فروری ۱۸۹۹ء کے عوض

مطبوعہ ۱۵ ماہ ... ۱۸۹۹ء

باہتمام مولوی کرم بخش اسلامیہ پریس لاہور میں

چھپکر انجمن کیطرف سے شائع ہوئی

سرورق: انجمن حمایتِ اِسلام، لاہور کا ماہواری رسالہ شمارہ فروری ۱۸۹۹ء

میں قائم کیا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس میں بوجوہ چند کوئی نمایاں ترقی نہ ہو سکی۔ اس لئے دسمبر ۱۸۹۸ء میں اس کے درجۂ اپر پرائمری کو توڑ کر صرف لوئر پرائمری تک رکھا گیا۔

اس سال چودھری نبی بخش صاحب بی اے پرنسپل اسلامیہ کالج کا تعلق کالج سے منقطع ہو گیا۔ اور اُن کی جگہ منشی حاکم علی صاحب بی۔ اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج و سابق پروفیسر مشن کالج پرنسپل قرار دئے گئے۔ اس تبدیلی اور انتظام سے کالج اور مدرسہ کی تعلیمی اور انتظامی حالت میں نمایاں اصلاح اور ترقی پیدا ہو گئی اور جس سرگرمی جانفشانی اور توجہ سے نئے پرنسپل صاحب نے اپنے منصبی فرائض کو سرانجام کرنا اختیار کیا اور جس کو ابتک اختیار کئے ہوئے ہیں وہ نہایت ہی قابل قدر اور لائق شکر گذاری ہے۔ اور انسپکٹر صاحب مدارس حلقہ لاہور نے اپنے معائنہ میں جن امور پر اپنی مسرت اور اطمینان کا اظہار فرمایا ہے۔ (جیسا کہ انکی راؤن سے جو آگے درج ہیں معلوم ہوگا) وہ ہمارے لائق منتظم پرنسپل صاحب کی ہی سعی کا نتیجہ ہیں۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے۔ اور قومی خدمت کی حقیقت اور وقعت کو ان کے دل میں کالنقش فی الحجر کر دے۔

علاوہ ازیں سکول کے حصہ ہائی میں بھی چند ایک تبدیلیاں ہوئیں مثلاً ماسٹر ادریس احمد صاحب بی اے سکنڈ ماسٹر مقرر کئے گئے اور ماسٹر شجاع الدین صاحب بی اے بجائے ماسٹر عبید اللہ صاحب کے سینیر سپیشل کلاس کے ٹیچر مقرر ہوئے۔ کالج و ہائی سکول کا سٹاف بھی اس سال بالکل علیحدہ علیحدہ کیا گیا۔ اور قرار پایا کہ کالج میں ریاضی و سائنس کے ذمہ دار خود صاحب پرنسپل ٹھہریں اور انگریزی و فلسفہ کے پروفیسر خواجہ ضیاء الدین صاحب بی اے اور فارسی و عربی و دینیات کے لئے مولوی اصغر علی صاحب ایم او ایل۔ ہائی سکول اور کالج کے سٹاف کو جدا کرنے کی ضرورت عرصہ سے محسوس ہو رہی تھی مگر اس سال جناب مسٹر ڈبلیو بل صاحب ایم اے انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور کی توجہ خاص سے یہ مشکل حل ہو گئی۔ جس پر جناب انسپکٹر صاحب موصوف نے اپنا اطمینان ظاہر فرمایا اور اس اصلاح سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں انکے بیان کی حاجت

نہیں واقفانِ فنِ تعلیم اس سے بخوبی واقف ہیں۔

ورزش جسمانی کے متعلق اس سال زیادہ سرگرمی سے کوشش کیگئی چنانچہ چند ایک قسم کے سامان جو نہایت ضروری اور مفید تھے مہیا کئے گئے اور ایک لائق ترڈرل ماسٹر مقرر کیا گیا جو ہائی سکول تک باقاعدہ تعلیم دیتا ہے۔

یہ امر بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ اس سال جوبلی وظائف جن جن طلباء کو پنجاب بھر میں انٹرنس کے امتحان میں ملے تھے وہ سب کے سب بلا استثنا اسلامیہ کالج میں داخل رہے۔

اس سال بھی حسب معمول بہت سے معزز صاحبان نے کالج کا معائنہ کیا چنانچہ چند ایک فقرات ان کی تحریروں میں سے اخذ کر کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

خلاصہ رائے مسٹر ڈبلیو بیل صاحب بہادر ایم۔ اے انسپکٹر مدارس لاہور سرکل

آج ۹۲۰ طلبہ میں سے ۷۸۲ حاضر تھے یعنی ۸۵ فیصدی۔ پچھلی دفعہ میرے معائنہ کے وقت ۸۲ فیصدی حاضر تھے۔ اس لئے ۳ فیصدی حاضری میں ترقی ہے۔ اب عہدۂ پرنسپل پر منشی حاکم علی مامور ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مدرسہ کی اعلےٰ سے اعلےٰ بہتری میں اپنی پوری پوری ہمت صرف کریں گے۔ میں یہ دیکھکر نہایت خوش ہوں کہ مدرسہ کے مدرسین اور کالج کے پروفیسرین الگ الگ کئے گئے ہیں میں یہ دریافت کر کے بھی نہایت خوش ہوا ہوں کہ اب جماعتوں کو سالانہ ترقیاں جس قدر ممکن ہے سوچ سمجھکر دی جانے کی کوشش کی جاتی ہے اور انگریزی لکھائی کے لئے ایک علٰحدہ کمرہ تجویز ہؤا ہے۔ حاضری اب ہر روز ایک تختہ پر ہر ایک جماعت کے کمرہ میں لکھی جاتی ہے۔ اور رجسٹروں پر زیادہ احتیاط سے نشانات لگائے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پرنسپل صاحب یا ہیڈ ماسٹر صاحب

NEWTON'S PRINCIPIA,

FIRST BOOK, SECTIONS I., II., III.,

WITH

NOTES AND ILLUSTRATIONS,

AND A

COLLECTION OF PROBLEMS

PRINCIPALLY INTENDED AS EXAMPLES OF NEWTON'S METHODS.

BY

PERCIVAL FROST, D. Sc., F. R. S.,

FELLOW AND MATHEMATICAL LECTURER OF KING'S COLLEGE;
FORMERLY FELLOW OF ST. JOHN'S COLLEGE.

Fourth Edition.

Principiis enim cognitis, multo facilius extrema intelligetis.—CICERO.

London:

MACMILLAN AND CO.,

1883.

سرورق: Newton's Principia مصنفہ Percival Frost مطبوعہ لندن ۱۸۸۳ء اشاعت چہارم

عِلم پروری

ہر صاحبِ علم انسان کی مانند مولوی صاحب کو بھی کُتب سے گہرا عشق تھا۔ وُہ کالج کی لائبریری کو ذخیرۂ کتب کے لحاظ سے مالا مال کرنا چاہتے تھے۔ اِس کے لِئے وُہ مقامی اَور غیر مقامی کتب فروشوں سے نئی نئی کتابیں منگواتے تھے۔ حتّٰی کہ کلکتہ جیسے دُور دراز شہر سے کُتب خانہ کالج کے لِئے ٹائمز آف انڈین آفس کلکتہ سے "اِنسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" ۳۵ جلد کا مکمّل سیٹ آرڈر پر منگوا کر کتب خانہ میں گراں قدر اضافہ کیا[26] ۱۹۰۸ء میں پروفیسر لالہ جیا رام شعبۂ فلسفہ لاہور گورنمنٹ کالج نے جب اپنا ذاتی کتب خانہ فروخت کرنا چاہا تو ان سے مبلغ ایک سو ساٹھ روپے کی کارآمد کُتب خرید کر کتب خانہ میں شامل کیں[27]۔ ۱۹۰۵ء میں تاریخ اَور معاشیات کی دو سو کتب کلکتہ سے منگوائیں۔

مولوی صاحب نے اپنے تمام تعلیمی مراحل ایف۔ سی کالج لاہور اَور میونسپل بورڈ سکول گُورداسپُور میں طے کِئے تھے۔ مگر اُنہوں نے اپنی ذاتی لائبریری کی کُتب مذکُورہ بالا اداروں کو تحفہ دینے کی بجائے اِسلامیہ کالج کی لائبریری کو پیش کیں۔ ان کی تعداد کا تعیّن تو بہت مشکل ہے کالج لائبریری کی چھان پھٹک سے مندرجہ ذیل دو کتابیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن کی تفصیل پیشِ خدمت ہے۔ مزید کتابوں کے مِلنے کی اُمّید ہے۔

۱۔ Newton's Principia

۲۔ Mechanics and Some of its Mysteries

---

[26] مجلہ اسلامیہ کالج منتقلی لاہور۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۰

[27] رُوداد مینجنگ کمیٹی انجمن حمایتِ اِسلام منعقدہ ۵۔ اَور ۷ اپریل ۱۹۰۸۔ شق نمبر ۱۳

PLAYBOOKS OF SCIENCE

MECHANICS

AND

SOME OF ITS MYSTERIES

BY

V. E. JOHNSON, M.A.

AUTHOR OF "EGYPTIAN SCIENCE"
"THE THEORY AND PRACTICE OF MODEL AEROPLANING
ETC.

WITH NUMEROUS EXPERIMENTS
AND ILLUSTRATIONS

LONDON
HENRY FROWDE
HODDER AND STOUGHTON
1912

سرورق: Mechanics and Some of its Mysteries مصنّف V.E. Johnson

مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء

۱۔ NEWTON'S PRINCIPIA

یہ کتاب میکمیلن اینڈ کمپنی لنڈن نے ۱۸۸۳ء میں Percival Frost از شائع کی۔ ریاضی کی یہ کتاب ۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے استر پر مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل پانچ سطری عبارت سیاہ روشنائی سے خوشخط ہینڈ رائٹنگ میں درج کر کے کتب خانہ اسلامیہ کالج کو پیش کی۔

Presented to the
Lahore Islamia College Library
Maulavi Hakim Ali
Prof. Islamia College, Lahore.
20.5.(19)15.

No. 73.

Presented to the
Lahore Isl: Col: Library
Maulavi Hakim Ali,
Prof: Isl: Col: Lahore
20. 5. 15

کتاب کا نمبر شمار ۷۳ ہے یعنی مولوی صاحب اپنی ذاتی کتابوں پر نمبر شمار لگا لیا کرتے تھے۔

MECHANICS AND SOME OF ITS MYSTERIES -۲

فزکس کی یہ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل کتاب لنڈن سے ۱۹۱۲ء میں طبع ہوئی۔ مولوی حاکم علی اس زمانہ میں پنجاب ٹیکسٹ بُک کمیٹی کے ممبر تھے۔ پبلشرز نے پنجاب کے کالجوں، سکولوں اور انعامات کے لیے منظوری کی خاطر یہ کتاب کمیٹی کو بھیجی۔ مولوی صاحب نے ۳۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو سفارش کی کہ کتاب کتب خانہ جات اور انعامات کے لیے منظور کی جاتی ہے۔

Accepted. vide Text B.C. No. 2271/73
H.
of 31 Oct 1913.
Saying that Book need not be returned.

Reported on and recommended for Libraries and Prizes. to-day
Hakim Ali
3.11.13.

MECHANICS
AND
SOME OF ITS MYSTERIES

With the
Publishers' Compliments.

ایسی کتابیں بعد میں واپس نہیں کی جاتی تھیں اور ممبر کی ذاتی لائبریری کا حصہ بن جاتی تھیں۔ چنانچہ مولوی صاحب کی ذاتی لائبریری کا نمبر شمارہ ۶۷ اس پر ثبت ہے۔ اور یہ کتاب بھی اُنہوں نے ۲۰ مئی ۱۹۱۵ء کو اسلامیہ کالج کی لائبریری کو تحفتاً دے دی۔

No. 67.
Presented to the
Lahore
Islamiah College Library
Maulavi Hakim Ali
Professor, I. Col.
Lahore
20. 5. 15.

اس کتاب کی جلد پر ایک مطبوعہ سلپ چسپاں ہے جس کی عبارت ہے: "اسلامیہ کالج کی لائبریری کو تحفہ از طرف پروفیسر مولوی حاکم علی، بی۔اے ۱۹۱۵ء"۔

ISLAMIA COLLEGE, LAHORE.

Presented to the Library
BY.
Prof. Maulvi Hakim Ali, B.A.
1915.

اِس مطبُوعہ سلپ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحفہ میں دی جانے والی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ چند کتب پر تو ہاتھ سے لِکھ کر بھی کام چل سکتا تھا۔ چنانچہ ابھی تک مذکورہ بالا ہی دو کتب دستیاب ہو سکی ہیں۔

۱۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء شام ساڑھے چھ بجے شیخ عبدُالحق کی صدارت میں انجمن کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا کہ میاں فضل حسین نے تجویز پیش کی کہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (۱۸۳۱ء۔ ۱۹۱۲ء) کی مِلّی خدمات کے پیشِ نظر اُن کے نام پر کالج میں دو ہزار رُوپے کی لاگت سے ایک کمرہ تعمیر کیا جائے اَور کمرہ پر اُن کے نام کی تختی نصب کروائی جائے۔ دو ہزار روپے کی رقم کی فراہمی کے لِئے یہ تجویز کی گئی کہ بیس مخیّر اَور درد مند حضرات سَو سَو روپے فی کس چندہ دیں۔ مولوی حاکم علی نے اِس کارِ خیر کے لِئے دو سو پچاس رُوپے کا عطیّہ دیا۔ چشم زدن میں یہ مطلوبہ رقم جمع ہو گئی ۲۸؎

فُضلاء کا مرکز

اس دَور میں انجمن مذہبی مسائل کے متعلق معلُومات حاصِل کرنے کے لِئے علماء مقرر کیا کرتی تھی۔ جو مذہبی معاملات میں انجمن کی راہ نمائی کیا کرتے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں مولوی حاکم علی اَور شمسُ العُلماء مولوی عبدالحکیم ایم۔ اے۔ ایل کو خلیفہ عمادُالدّین کی تجویز اَور میاں فضل حسین کی تائید پر، علماءِ انجمن حمایتِ اسلام منتخب کیا گیا ۲۹؎

یُوں تو اِسلامیہ کالج میں ہمیشہ ہی ذی عِلم اساتذہ کی ایک جماعت موجُود رہی ہے۔ جن میں سے ہر اُستاد اپنے مضمُون کا ماہر تصوّر ہوتا تھا۔ مولوی صاحِب کا زمانہ اگرچہ کالج کا ابتدائی دَور تھا مگر اُس وقت بھی چودھری نبی بخش، خواجہ ضیاءالدین، خواجہ کمال الدین، اصغر علی رُوحی، محمد دین، زین العابدین، شیخ عبدالقادر، شیخ عبدالعزیز، حافظ عبدالعزیز، منشی فتح دین، مولوی حافظ

۲۸؎ رجسٹر رُودادہائے اجلاس مینجنگ کمیٹی انجمن حمایتِ اسلام (رپورٹ سالانہ اجلاس) یازدہم ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء

۲۹؎ سالانہ رپورٹ انجمن حمایتِ اسلام جنرل کونسل ۱۴، ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۱۴

احمد علی، محمد عبدالغنی، محمد اسحاق، عبدالوحید، شیخ عبدالغنی، شیخ شاہ محمدؒ، شیخ نصیر علی، ایم مظفر حسین، سیّد اکبر حسین، ایم نجم الدین، ہنری مارٹن، خواجہ دل محمدؒ، محمد حسین، مولوی محمدؒ عمر خان، ایم عبدالحمید، ایم محمد حیات اَور علامہ اقبال جیسے فاضِل اِس کالج سے مُنسلک تھے۔

اعلیٰ مترجم

۱۹۰۷ء میں مولوی حاکم علی پنجاب یُونیورسٹی سینٹ، پنجاب یُونیورسٹی فیکلٹی آف آرٹس، بورڈ آف سٹڈیز اَور سنڈیکیٹ کے بھی رُکن منتخب ہوئے۔ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین ان کے اُستاد پروفیسر یوِینگ تھے۔ اِن ممتاز عہدوں کے دَور میں ان کو ولنر، میاں محمد شاہ دین، لالہ جیارام اَور پروفیسر یوِینگ جیسی فاضل اَور بااثر شخصیتوں کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ مِلا۔ مولوی حاکم علی ممبر ٹیکسٹ بک کمیٹی اَور رُکن ایجوکیشن کانفرنس پنجاب بھی تھے ۳۰؎ وُہ جامعہ عثمانیہ شعبہ تالیف و ترجمہ کے رُکن تھے۔ اِس شعبہ کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لِئے حیدر آباد دکن جایا کرتے تھے ۳۱؎ بہترین مترجم تھے۔ رواں، سادہ اَور سلیس ترجمہ کرتے تھے۔

راسخ العقیدگی

حلقہ بگوشِ اِسلام ہونے کے بعد آپ نے قرآن مجید، حدیث، تفسیر اَور فقہ کا مطالعہ کیا۔ ذاتی تقوٰی اَور پرہیزگاری کی بناء پر محترم ہُوئے۔ آپ راسخ العقیدہ سُنّی تھے۔ اِسی وجہ سے مولانا اصغر علی رُوحیؒ سے آپ کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔

اِقبال احمد فارُوقی لِکھتے ہیں: "مولانا اصغر علی رُوحیؒ ان کی راسخ الاعتقادی کے پیشِ نظر اکثر اَوقات آپ کے ساتھ رہتے۔" ۳۲؎

۳۰؎ پنجاب یُونیورسٹی کیلنڈر ۱۹۰۶ء۔ ۱۹۰۷ء ص ۳۱۰، ۳۱۳

۳۱؎ بروایت سردار محمد اختر نواسہ مولوی حاکم علی

۳۲؎ تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور از اقبال احمد فارُوقی مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۸۵

ایک دِن مولوی حاکم علی کیمسٹری کی تجربہ گاہ میں کسی تجربہ میں مصروف تھے۔ مولانا رُوحی پاس ہی تشریف فرما تھے کہ ایک نالی پھٹی اور کیمیائی مادہ اُڑ کر رُوحی صاحب کی آنکھ میں پڑ گیا۔ اور اِس طرح ان کی ایک آنکھ کی بینائی شدید متاثر ہوئی۔ اور پھر ساری عمر وُہ اِس آنکھ سے ٹھیک طرح نہ دیکھ سکے[۳۳]

اِقبال احمد فارُوقی لکھتے ہیں: "اِعتقادی معاملات میں بڑی شدّت سے چھان بین کیا کرتے تھے۔ اور اِن معاملات میں کسی کی رعایت نہ فرماتے۔ عوام النّاس کو ان لوگوں سے خبردار کرتے تھے جو اہلِ سنّت وجماعت کا نام لے کر لوگوں میں دُوسرے مکاتیبِ فکر کا پرچار کیا کرتے تھے۔ آپ یہ اشعار عام طور پر پڑھا کرتے تھے۔ اور غالباً اُن کے عقیدے کا تعارف تھا۔

بندۂ پروردگارم اُمّتِ احمد نبیؐ
دُوستدارِ چار یارم تا باولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرت خلیلؑ
خاکپائے غوثِ اعظمؒ زیرِ سایہ ہر ولی"[۳۴]

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں آپ نے لاہور سے ایک رسالہ "قامع المرتدین والفجار" کے نام سے جاری کیا۔ یہ پرچہ خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں لالہ دونی چند کے زیرِ اہتمام ۲۱×۳۵ سم سائز میں طبع ہوا کرتا تھا اور مفت تقسیم کیا جاتا تھا۔ وُہ اکثر ۲۱۲ پرچے طبع کروایا کرتے تھے۔

اِس پرچے کے سلسلہ نمبر ۳ کے سرِورق پر مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں:۔

چرا خود را اسیرِ غم، زِ فکرِ بیش وکم داری — کہ نگذارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری
مشو بے دست وپا از مفلسی و بے کسی ہرگز — مگر نشنیدۂ بیدلؔ خدا داری چہ غم داری
مگر نشنیدۂ حاکمؔ خُدا داری چہ غم داری
محمّد مصطفٰے داری تو صدّیقِ صفا داریؓ — عمرؓ عثمانؓ ہم داری علیؓ مرتضٰےؓ داری

---

[۳۳] روایت از صُوفی ضیاء الحق پسر مولانا اصغر علی رُوحی، رُوحی منزل بھاٹی گیٹ لاہور

[۳۴] تذکرہ علماء اہلِ سنّت وجماعت لاہور، ص ۲۸۵

تو غوثِ اعظمؒ وشاہِ بلاگردانؓ ما داری[۳۵] — مجدّدِ الفِ ثانیؒ ومجدّدِ حاضرہ داری[۳۶]
مگر نشنیدۂ حاکمؔ خُدا داری چہ غم داری[۳۷]

آپ اپنے دستخط کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا کرتے تھے:

"خادمُ الاِسلام فقیر حاکم علی غلامِ مُصطفٰے وِلدۂ مُرتضٰےؓ دوستدارِ چار یار کبارؓ"[۳۸]

اگلے صفحات پر رسالہ "قامع المرتدین والفجار" کے سلسلہ نمبر ۳ کے سرِورق اور سلسلہ نمبر ۴ کے سرِورق اور ان کے بعض صفحات کے عکس ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۳۵] اِمام احمد رضا بریلوی

[۳۶] سرِورق "قامع المرتدین والفجار" سلسلہ نمبر ۳ مطبوعہ لاہور ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص الف

[۳۷] یہ مصرعہ سرِورق پر درج نہیں ہے البتہ "تذکرہ علماء اہلِ سنّت وجماعت لاہور" سے منقول ہے۔

[۳۸] قامع المرتدین والفجار سلسلہ نمبر ۴ مطبُوعہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص ۱۰۔ ہندوؤں سے ترکِ موالات از منشی تاج الدین احمد تاجؔ مطبُوعہ لاہور ۱۹۲۰ء، ص ۲۲۔

سلسلہ نمبر ۳

اللّٰہ اکبر

قامع المرتدین والفجّار

مؤلفہ

فقیر حاکم علی عفی عنہ

مع مختصر بیان اندرونی مطالب وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم برصفحہ (ب) و (ج)

سنہ ۱۳۳۹ھ

تعداد جلد (۱۲۱۲)

چرا خود را اسیر غم زفکر بیش وکم داری — کہ نگذارد ترا محتاج ایزد تاکہ دم داری
مشو بے دست وپا از مفلسی وبیکسی ہرگز — مگر نشنیدۂ بیدل خدا داری چہ غم داری
مگر نشنیدۂ حاکم خدا داری چہ غم داری
محمد مصطفٰے داری تو صدیق صفا داری — عمر عثمان ہم داری علی مرتضٰی داری
تو غوث اعظم وشاہ بلاگردان ہا داری — مجدد الف ثانی و مجدد حاضرہ داری

جس صاحب کو توفیق ہو وہ اسکو چھپا چھپوا کر للّٰہ مفت تقسیم کرکے
عند اللہ ماجور ہو اور مولف کے حق میں دعائے خیر فرما کر مولف کو ممنون کرادے

سرورق: رسالہ قامع المرتدین والفجار مصنفہ مولوی حاکم علی مطبوعہ لاہور دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء

سلسلہ نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

ع ٤ آیہ

عقائد دیوبندیہ وفتاوائے برآنہا

المسمٰی بہ

قامع المرتدین والفجار

مولفہ

فقیر حاکم علی

غلام مصطفٰے دلدادہ مرتضٰے

دوستدار چار یار کبار

بندۂ پروردگارم امت احمد نبی — دوستدار چار یارم تابع اولاد علی
مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل — خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

سنہ ۱۳۳۹ھ

تعداد جلد ۱۲۱۲

جس صاحب کو توفیق ہو وہ اسے چھپوا کر للّٰہ مفت تقسیم کرے اور عند اللہ ماجور ہو اور مولف کے حق میں دعائے عاقبت بخیر کرے

سرورق: رسالہ قامع المرتدین والفجار مصنفہ مولوی حاکم علی مطبوعہ لاہور نومبر سنہ ۱۹۲۰ء

المجیب محمد نور الدین الاجمیری عفاعنہ الباری الجواب صحیح امتیاز احمد انصاری مدرس مدرسہ معینیہ درگاہ معلی
ناظم جمعیۃ المتقین انجمن جمعیۃ انوار خواجہ رح اجمیر شریف ناظم جمعیۃ المتکلمین انجمن جمعیۃ انوار خواجہ رح

ھذا ھو الحق فقیر معین الدین کان اللہ لہ خادم دار العلوم معینیہ صدر مدرس و ناظم دار العلوم معینیہ عثمانیہ وناظم انجمن جمعیۃ الانوار خواجہ اجمیر شریف

الجواب صحیح محمد عبد المجید عفی عنہ مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ رکن انجمن جمعیۃ انوار خواجہ

الجواب صحیح محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد فتحپوری دہلی

الجواب حق حامد حسین عفی عنہ ناظم جمعیۃ المصنفین شعبہ انجمن جمعیۃ انوار خواجہ اجمیر شریف

اجاب المجیب اللبیب حق والحق احق ان یتبع محمد عالم مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح والمخالف قبیح محمد اکرم نائب امام مسجد وزیر خان لاہور

الجواب صحیح محمد عبد المجید عفی عنہ مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ رکن انجمن جمعیۃ انوار خواجہ

عقائد مسطورہ بالا خلاف کتاب وسنت ہیں خاکسار اصغر علی روحی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح و معاندہ قبیح شیخ قمر الدین حنفی قادری قریشی خادم مسجد خراسیاں لاہور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

خادم الاسلام فقیر حاکم علی عفی عنہ غلام مصطفے دلدادہ مرتضٰے دوستدار چاریار مفتی اسلامیہ کالج لاہور ۲۳ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

الجواب صحیح محمد حسین عفی اللہ عنہ

ذالک کذالک علی ذالک مصدق بذالک محمد یار عفی عنہ امام وخطیب ومفتی مسجد طلائی لاہور

الجواب صحیح بندہ غلام رسول الفرید الاکبری عفی عنہ

مجیب علام نے جو کچھ جوابات لکھے ہیں وہ تمام صحیح ہیں اور موافق ادلہ اربعہ شرعیہ ہیں اور ان امور قبیحہ کا قائل اور مرتکب مخرب دین نبی علیہ السلام ہے والسلام علی من اتبع الہدی غلام مرشد کان اللہ خادم دار العلوم نعمانیہ

الجواب صحیح والمخالف قبیح بلا ریب و شبہ بیشک یہ جواب اہل سنت والجماعت و غلامان اولیاء اللہ کے لئے آئینۂ دل کو صیقل دینے والے ہیں ہر ایک سنی مشرب و حنفی مذہب اس جواب کو در گوشوارہ بنا دیں انا العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفا اللہ عنہ الشہیر لواعظ الاسلام خطیب و امام مسجد وزیر خان لاہور

او مسلمانو! کیسے سن لیا آپ نے اس سوال کا جواب جو عنوان میں درج ہے کہ

مفتئ دین متین اے مولوی حاکم علی ∴ باز گو از نجدی و یاران او اے متقی

یہ تو دیوبندی یار ماروں کا حال ہوا - اب لو ذرہ سا انکے گرو مسٹر گاندھی کا ذکر کیا جاتا ہے

پہلے تو مسٹر گاندھی تھے پھر مہاتما گاندھی ہوگئے پھر جے والے بنے اور یہ جو نہیں بدلتے بدلتے ہمارے گھروں میں گھس گئے اور امام گاندھی بن گئے (دیکھو اخبار اسلام اور اخبار وطن جلد ۲۰ نمبر ۴ لاہور یوم جمعہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کا پرچہ صفحہ ۱۰ کالم ۲ شروع کالم کے ترتیب جسمیں درج ہے - چنانچہ اخبار اسلام اپنی ۱۱ اکتوبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ سورت میں مسٹر شوکت علی اور مہاتما گاندھی رونق افروز ہوئے اور ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا - جسمیں شوکت علی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کے نازک وقت میں امام مہدی علیہ السلام نازل ہونگے اور وہ تمام دنیا میں پیغام حق پہنچائیں گے مگر اس وقت انکی جگہ امام گاندھی صاحب ارہائے ہے ظلم! ہائے رے ستم یہ روحانی طاقت

گاندھی اسلام کی کھیتی پر غارت گری کر رہا ہے) تشریف لائے ہیں (شور مچا نیوالی سپلیک میں کے مسلمانو! کچھ غیرت اور حمیت کو ظاہر کرو - کیا ہو گیا ہے یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے - بھنور میں جہاز آکے جسکا گرا ہے ∴ نہیں جاگتے ہیں مگر اہل کشتی - پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی ∴ گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے - فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے - چپ و راست سے یہ صدا آرہی ہے ∴ کہ کل کون تھے آج کیا ہوگئے تم - ابھی جاگتے تھے ابھی سوگئے تم ∴ اٹھو او بزرگوں کی پت کھونے والو - اٹھو باپ دادا کی منت کھونے والو ∴ وحوش و طیور بر و بحر جاگے - شرارت کے رسیا بشر سارے جاگے ∴

ہاے او مسلمانو جاگو!
ہاے او مسلمانو جاگو!
جاگو اوے جاگو!
اوے مسلمانو جاگو!

۱ ۲ ۳ ۴

مسٹر گاندھی جی - مہاتما گاندھی جی جے بلوانے والے گاندھی جی - امام بنجانے والے گاندھی جی کیا ابھی کچھ اختیار اور لوگے یا بس کرتے ہو -

مسٹر گاندھی جی خبردار ہوجاؤ - ہم مسلمان تناسخ اور ان بھاگوں کو نہیں مانتے - بس چلے جاؤ - اپنے بے کنٹھ کو واپس اور ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالے کے بہشت میں جانے سے نہ روکو - جاؤ جاؤ جاؤ! آکھو مسلمانو! گاندھی جا تو اے مسلمانو! ان یار ماروں سے بچو ایک فیبل یعنی نتیجہ نکالنے کے لئے گھڑی ہوئی کہانی یاد آگئی ہے - سن لو - کہ کھلاڑے سے درختوں نے شکایت کی کہ تو ہم کو تباہ کر رہا ہے - بولا کہ میرا کیا قصور ہے تمہارا ہی بھائی میری سوراخ میں گھسا ہوا ہے یعنی اسی کے زور سے تمہیں کاٹ کاٹ کر بچھا رہا ہوں - لوگو یہ گاندھی عجب چیز ہے ممکن ہے کہ یہ کہدیوے کہ ہم نے تو تمہارے ایمان کو شوکت علی کے زور سے قتل کیا ہے - الامان یا اللہ الامان - الامان یا رسول اللہ الامان - الامان یا غوث اعظم الامان الامان یا شاہ نقشبند الامان - الامان یا خواجہ معین الدین چشتی خواجہ غریب نواز الامان - الامان یا مجدد الف ثانی الامان - الامان یا مجدد مائۃ حاضرۃ! و یا اقطاب الامان -

والحمد للہ رب العلمین ٥ والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین - وصل وسلم علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین و علی عباد اللہ الصالحین وارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین! یا ارحم الراحمین! یا ارحم الراحمین

احقر العباد حاکم علی عفی عنہ
۱۹ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۲۰ء

گاندھی جائے
گاندھی جائے
گاندھی جائے

کو یہ حنفی سنی ہیں - پس ان دیوبندی یاروں اور اسکے فتووں اور مسٹر گاندھی یار اور اسکے حکم سے بچو کہ مولنا روم فرماتے ہیں ؎ یارِ بد بدتر بود از مارِ بد - مارِ بد بر تن زند جاں میکند - یارِ بد بر دل زند ایماں کشد

والسلام علے من اتبع الهدے

فقیر حاکم علی مجددی   المرقوم ۱۹ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۲۰ء

ضمیمۂ تتمہ

قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ   كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ   حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ   صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

گئے عرش پر جو شہ انبیا بلغ العلےٰ بکمالہ   جو اندھیرا تھا اجالا کیا کشف الدجے بجمالہ
وصف انکے کوئی کیا کہے حسنت جمیع خصالہ   جو کہے ظفر سو یہی کہے صلوا علیہ و آلہ

یک روز در بستان سرا - سب طوطیئیں شیریں نوا - پڑھتی تھیں نعت مصطفےٰ - بلغ العلیٰ بکمالہ
اور قمریئیں بھی شوق میں - ڈالے ہوئے سر طوق میں - پڑھتی تھیں اپنے ذوق میں - کشف الدجیٰ بجمالہ
اور بلبلیں بھی سو بسو - لیتی تھیں ہر اک گل کی بو - کرتی یہی تھیں گفتگو - حسنت جمیع خصالہ
چڑیوں کے سنکر چہچہے - پھر آدمی کیوں چپ رہے - اپنی زباں سے یوں کہے - صلوا علیہ و الہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ   صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

وصلی اللہ تعالے علی خیر خلقہ سیدنا و مولٰنا و نبینا و شفیعنا محمد وعلے الہ واصحابہ اجمعین ○ وصل علے جمیع الانبیاء والمرسلین و علے الملئکۃ المقربین وعلی عباد اللہ الصالحین وارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العلمین ○

رسالہ "قامع المرتدین والفجار" کا آخری صفحہ

پنجاب کے علماء میں مولوی حاکم علی ایک اہم شخصیت تھے۔ وُہ قدر و منزلت اَور عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وُہ انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلسِ مشاورت میں شامل تھے۔ وُہ انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس میں شریک ہو کر تقاریر کیا کرتے تھے جو انجمن کی طرف سے بغرضِ افادہ مسلمانانِ برّصغیر طبع ہوتی رہی ہیں۔

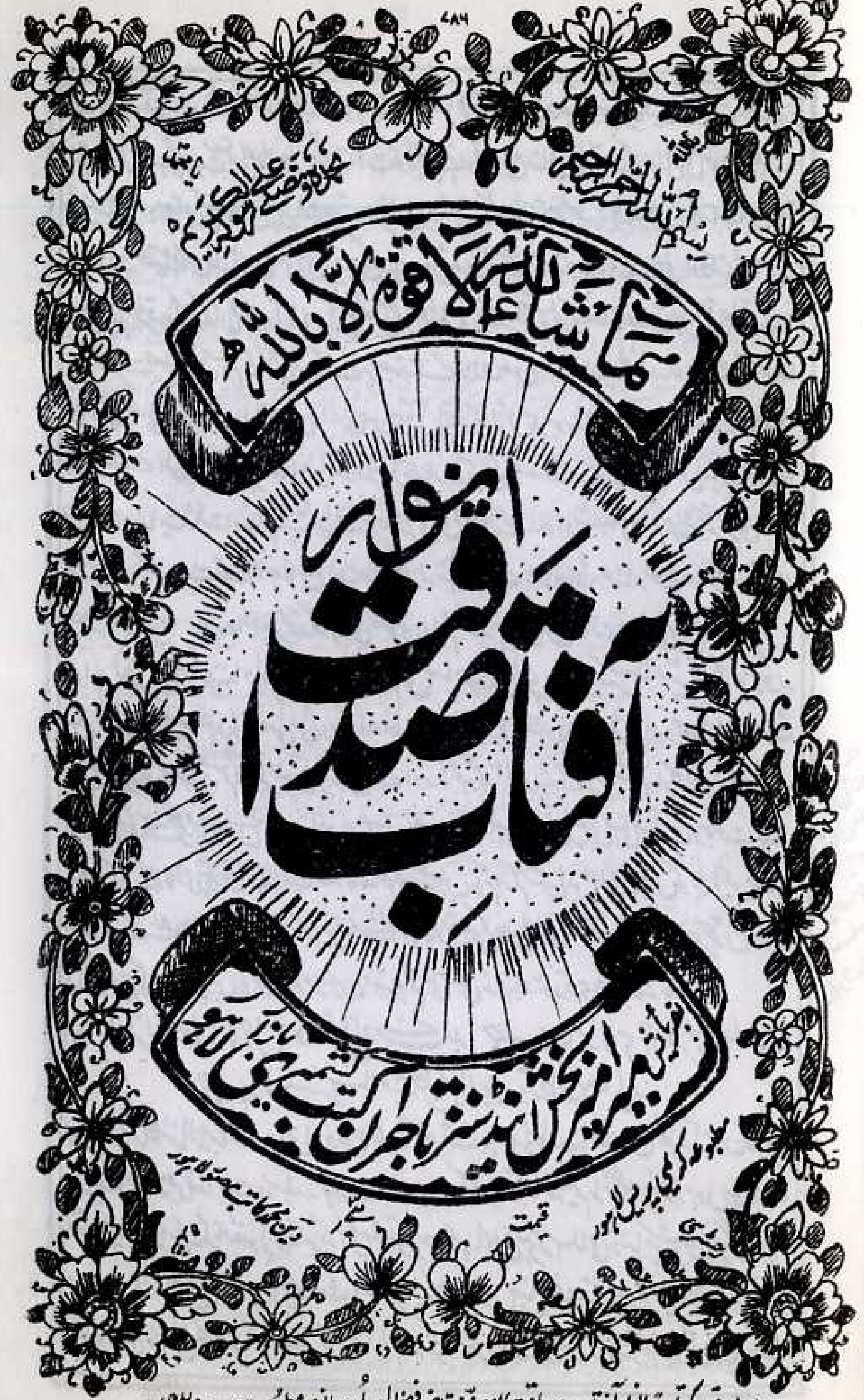
ایک زمانہ میں پنجاب میں جب عامۃ المسلمین کے عقائد کے خلاف بعض لوگوں[۳۹] کی جانب سے "امکانِ کذبِ باری تعالیٰ" جیسے مسائل کی نشر و اشاعت شروع کی گئی تو راسخ العقیدہ سُنّی عُلماء نے اس کی مخالفت کی۔ ۱۹۲۰ء میں لدھیانہ کے ایک پُرجوش مبلّغ قاضی فضل احمد نے اِس قسم کے عقائد کے خلاف ایک ضخیم تصنیف "انوارِ آفتابِ صداقت" شائع کی۔ اِس کتاب پر اس عہد کے جیّد اَور فاضل علماء ——— حضرت احمد رضا خاں بریلوی، پیر جماعت[۴۰] علی شاہ، مولوی سیّد احمد علی، پروفیسرِ اسلامیہ کالج و خطیب مسجدِ شاہی لاہور، علّامہ نور بخش[۴۱] توکّلی صاحبِ سیرتِ

---

[۳۹] غیر منقسمہ ہندوستان میں ایک ہزار سال تک اِسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اِسلامیانِ ہند کا ایک ہی مذہب و مسلک تھا۔ انگریز کے منحوس قدم آنے سے قبل ہندوستان کی سرزمین ہر قسم کی رخنہ اندازی اَور تفرقہ اندازی سے پاک تھی۔ "لڑاؤ اَور حکُومت کرو" کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہُوئے اَور اسلام کی معنوی بنیادوں کو متزلزل کرنے کے لِئے کئی اطراف سے حملے شروع کرا دیئے گئے ——— "ایک طرف عیسائی پادری تھے، جو برطانوی حکُومت کے تحفّظ کے تحت اِس قسم کی مذمُوم سرگرمیاں جاری رکھے تھے۔ دُوسری طرف ہندُو تھے، جو ان کی دیکھا دیکھی ایسی باتوں پر اُتر آئے تھے۔ خود مُسلمانوں کے اندر بعض ایسی تحریکیں تھیں، جن کے قائدین حضُور (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں دِل آزار باتیں کہتے تھے۔"

("پاکستان کا پس منظر اَور پیش منظر" از میاں عبدالرشید مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۱۸)

[۴۰] پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ مرحُوم ۱۸۴۱ء میں سیّد کریم شاہ علی پُوری کے ہاں علی پُور سیّداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہُوئے۔ اُنہوں نے اِس عہد کے عظیم اساتذہ سے تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ اَور ظاہریہ میں مکمل دسترس حاصل کی۔ برّصغیر میں تبلیغِ اِسلام کے سِلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ عیسائی مشنریوں اَور (باقی بر صفحہ آئندہ)



سرورق بکتاب "انوارِ آفتابِ صداقت" مصنفہ قاضی فضل احمد لدھیانوی مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء

رسولِ عربی، پروفیسر اصغر علی رُوحی، پروفیسر مولوی غُلام اللہ قصُوریؒ، مولوی غُلام مُرشد کے علاوہ چونتیس مشاہیرِ علماء کی تقاریظ کے ساتھ مولوی حاکم علی مرحُوم کی تقریظ صفحہ ۹ پر موجُود ہے۔ [۴۲]

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) آریہ سماج کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنایا۔ ان کی سیاسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت کے نقصانات سے مُسلمانوں کو باخبر کیا۔ اُنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپُور حصّہ لیا۔ علامہ اقبال اور قائدِ اعظم ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ ان کا وصال ۲۶۔ ذیقعدہ (۲۶۔ اور ۲۷ کی درمیانی شب) ۱۳۷۰ھ/ ۳۰۔ اگست ۱۹۵۱ء (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب) کو ہُوا۔ ان کا مزار علی پور سیّداں میں مرجعِ خلائق ہے۔ ان کی یادگار تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ضرورتِ شیخ (۲) یارانِ طریقت (۳) مُریدِ صادق (۴) اطاعتِ مُرشد (۵) فضائلِ مدینہ

[۴۱] علامہ نور بخش توکّلی ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۷۷ء میں چک قاضیاں، ضلع لُدھیانہ میں پیدا ہُوئے۔ مسلم یُونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے عربی کیا۔ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے متحدہ ہند و پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی۔ ایک زمانہ تک جامعہ نعمانیہ لاہور کے ناظمِ تعلیمات اور گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبۂ عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ ۲۴۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو سفرِ آخرت فرمایا۔ جنرل بس سٹینڈ فیصل آباد کے نزدیک حضرت نُور شاہ ولیؒ کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ چند کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سیرتِ رسُولِ عربی (۲) شرح قصیدہ بُردہ عربی اور اُردُو (۳) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

۴۔ اعجاز القرآن (۵) عید میلاد النبیؐ (۶) عقائد اہلِ سُنّت

[۴۲] انوارِ آفتابِ صداقت مطبُوعہ لاہور ۱۹۲۰ء از قاضی فضل احمد لدھیانوی

کتاب انوارِ آفتاب صداقت جسکو مولٰنا مولوی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے تالیف و تصنیف فرمایا ہے۔ فقیر نے اس کتاب کی فہرست مضامین اور بعض دیگر مقامات کو دیکھا ہے اور بعض مضامین مصنّف کی زبانی بھی سُنے ہیں کتاب نہایت عمدہ اور مضامین کیلئے جامع ہے۔ باہر مصنّف نے فرق وہابیہ کے عقائد ذمیمہ کی تردید میں یہ کتاب لکھی ہے سب سے پہلے عقیدۂ امکان کذب باری تعالیٰ کی تردید کی ہے۔ اس مسئلہ پر قلم اٹھانا نہایت باریک بینی اور نکتہ شناسی کا کام ہے پھر فرقہ مذکورہ کے ان عقاید کی تردید کی ہے جنمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ توہین پائی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر بمقتضائے تلك من انباء الغيب نوحيه اليك و بمضمون فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول الآیہ کو دلائل سے ثبوت دیا ہے۔ ابحاث مذکورہ کے بغیر اور بھی بہت سے امور پر بحث کی ہے۔ مضامین اعلٰے اور سیاق عبارت کو لائق مصنّف نے اپنے انفاس مبارکہ اور الفاظ برجستہ سے نہایت شائستہ اور دلچسپ بنا دیا ہے غرضکہ اپنے بنی نوع کے رفاہ اور رشاد مانی عام کیلئے تخم ریزی کوشش اور آبیاری محنت سے ایک کھلا پھلا باغ اور سرسبز گلزار تیار کر دیا ہے جزاه الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء۔

حررہ الفقیر محمد گوہر علی علوی امام مسجد پٹولیاں لوہاری منڈی لاہور

(۱۷) تقریظ حضرت مولٰنا مولوی حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلی علی رسوله الكريم۔ الذی لا نظير له وعلیٰ آله واصحابه اجمعين جیسے حضور سرور کائنات صلعم کا نظیر نہیں ہے نہ ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ الحمد للہ کہ اس دُرِ شاہوار کا نظیر نہ تو ہوا ہے اور نہ ہی اس وقت ہم اہلِ حنفیوں نے اہلی شافعیوں اہلی مالکیوں اور اہلی حنبلیوں یعنی اہلی اہلسنت وجماعت کے ہر فرد کے لیے لازمی ہے کہ اس کتاب لاجواب کو تمام کا تمام خود پڑھیں یا کم از کم سُن لیں اور اپنے بچّوں کو پڑھائیں مدارس اسلامیہ کے منتظمین پر لازمی و ضروری ہے کہ اس کتاب بے بہا کو تعلیمی کورس لازمی مقرر فرمائیں اور اپنے بچّوں اور بھائیوں کو آگ دوزخ کی سے بچائیں۔ خیر خواہ مومنین فقیر حاکم علی حنفی مذہباً و مجددی طریقۃً۔

(۱۸) تقریظ مولانا الاجل وفاضل ادیب بے بدل حضرت مولوی اصغر علی صاحب رُوحی۔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم خذ ما تراه ودع شيئًا سمعت به . في طلعة الشمس ما يغنيك عن زحل عقائد کا معاملہ جس قدر اہم ہے اسیقدر ہمارے زمانہ میں اسکی طرف سے عامۂ تعلیم یافتگان کو ذہول ہو رہا ہے تقلید کی ضرورت پر بحث کرنا فضول ہے کیونکہ اسکے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ اسلامی دُنیا میں شروع سے گیارہویں صدی ہجری تک کسی تاریخ سے کسی ایسے محدث و مفسر و فقیہ کا پتہ نہیں ملتا جو غیر مقلد ہو اگرچہ حضرات غیر مقلدین کھینچ تان کر بعض اکابر سلف کو غیر مقلد ثابت کرنا چاہا ہے مگر یہ سب باتیں صرف مُنہ سے کہدینے کی ہیں۔ عدم

کتاب "انوارِ آفتابِ صداقت" کا صفحہ ۹

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

مولوی حاکم علی اپنی راسخ العقیدگی کے مقابلہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی پرواہ نہ کرتے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں جب صوفیاء کے خلاف اخبار "ستارۂ صبح" لاہور میں مضامین چھپنے شروع ہُوئے تو ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو شہر کے عین قلب میں مسجد پٹولیاں میں "ستارۂ صبح" کے خلاف ایک جلسہ زیرِ صدارت حضرت پیر جماعت علی شاہ منعقد ہوا۔ اُس جلسہ میں مولوی حاکم علی نے مذکورہ اخبار اور اس کے مدیر کے خلاف قرار داد پاس کروائی جس کا اندازہ رسالہ "انوار الصّوفیہ" کے درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:۔

"حسبِ ارشاد حضرت قبلہ (پیر جماعت علی شاہ) مُلّاں محمد بخش صاحب خادم الاسلام (مینیجر اخبار مینظر لاہور) نے اخبار ستارۂ صبح کے ایڈیٹر ظفر علی کی ان تحریرات کی طرف جو اخبار مذکور میں صُوفیائے کرام کے برخلاف شائع ہوتی رہی ہیں، حاضرینِ جلسہ کو توجّہ دلائی۔ اور بعد ازاں مفصّلہ ذیل ریزولیوشن پاس کیئے گئے۔ ریزولیوشن ۱۔ صاحبِ صدر جلسہ نے تجویز فرمایا کہ میں آج سے بمعہ جمیع متعلّقین و متوسّلین اخبار ستارۂ صبح اور اس کے ایڈیٹر ظفر علی کو بائیکاٹ کرتا ہُوں۔ چنانچہ مولوی صوفی حاکم علی صاحب بی۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج اور راقم الحرُوف (پروفیسر نُور بخش توکّلی) نے تائید کی جو باتفاق رائے جُملہ حاضرین پاس ہوا۔ ریزولیوشن ۲۔ مولوی صُوفی حاکم علی صاحب نے پیش کیا کہ اس جلسہ کی کارروائی تمام اخبارات میں ارسال کی جاوے۔ اور کہ یہ جلسہ منشی ظفر علی کی اِس حرکتِ نازیبا سے سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے جو باتفاق جُملہ حاضرین پاس ہوا۔"[۴۳]

---

[۴۳] ماہنامہ "انوار الصُّوفیہ" لاہور۔ محرّم الحرام ۱۳۳۶ھ/ نومبر ۱۹۱۷ء، جلد ۱۴، شمارہ ۱، صفحہ آخر۔

حمیّت

مولوی حاکم علی مرحُوم مذہبی معاملات میں بڑی پابندی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ اپنی عملی زندگی میں اُن کا رویّہ اِسلامی روایات کے عین مُطابق تھا۔ وُہ مصلحتوں کی بنار پر اپنے اِعتقادات میں تبدیلی نہیں کرتے تھے۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :-

(۱)

۱۹۔دسمبر ۱۹۰۸ء کو سر لوئی ڈیم ڈین لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ریواز ہوسٹل اِسلامیہ کالج کا اِفتتاح کرنے کے لِئے آئے تو ان کے ہمراہ لیڈی ڈین بھی تھی۔ تمام ممبرانِ استقبالیہ کمیٹی نے فرداً فرداً ڈین اَور لیڈی ڈین سے مصافحہ کیا۔ جب مولوی صاحِب سے مصافحہ کے لِئے لیڈی ڈین نے ہاتھ بڑھایا تو اُنہوں نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ اِس واقعہ سے فضا خاصی مکدّر ہُوئی اَور مسٹر ڈین نے اِس کا بُرا منایا مگر مولوی صاحِب نے دلیل دی کہ میرا مذہب اِس بات کی اِجازت نہیں دیتا کہ میں کسی نامحرم عورت سے مصافحہ کرُوں[۴۴]

(۲)

ڈاکٹر نذیر احمد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مولوی حاکم علی مرحُوم اپنے گھر آئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ان کی اہلیہ کسی کام کی وجہ سے کھڑکی سے سر نکالے کھڑی ہیں۔ مولوی حاکم علی پردہ کے سخت پابند تھے۔ ان کو اپنی زوجہ کا اس طرح کھڑکی سے باہر جھانکنا اچھا نہیں لگا۔ اُنہوں نے چوبارہ میں داخل ہو کر اپنی بیوی کو غضب ناک آواز میں کہا کہ میں تمہیں طلاق دے دُوں گا[۴۵]

(۳)

میاں مقبول احمد اپنے والد میاں عبدالرشید[۴۶] کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ مولوی حاکم علی پردے کے

[۴۴] ازافادات حکیم محمّد موسیٰ امرتسری ریلوے روڈ لاہور اَور میاں اخلاق احمد ایم۔اے

[۴۵] روایت ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور

[۴۶] میاں عبدالرشید ولد میاں محمّد دین درگاہ حضرت ایشاںؒ کے آخری متوّلی تھے محکمہ اَوقاف نے اُن سے درگاہ کا چارج

سخت پابند تھے۔ جس زمانہ میں اُن کی اہلیہ مسماۃ سردار بیگم نے گھریلُو ناچاقی کے سبب مولوی صاحِب کے خلاف تنسیخِ نکاح کا مقدمہ دائر کر رکھا تھا اَور طلاق چاہتی تھیں۔ وُہ طلاق دینا نہیں چاہتے تھے ایک حد تک ضِدّی تھے۔ مقدّمہ ایک سکھ مجسٹریٹ کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ ایک دن دونوں کے بیانات قلم بند ہونے تھے۔ دونوں میاں بیوی عدالت میں حاضر تھے۔ مولوی صاحِب کے ساتھ اُن کے چند احباب بھی تھے۔ اُن میں ایک میاں عبدالرشید تھے۔ اُنہوں نے اپنے مدلّل بیانات میں کہا کہ میں کسی حالت میں بھی طلاق نہیں دُوں گا۔ جب اُن کی بیوی سے کہا گیا کہ وُہ اپنے بیانات قلم بند کرا دیں تو اُنہوں نے اپنے چہرے سے بُرقع کا نقاب اُلٹ دیا۔ اُن کا نقاب ہٹانا تھا کہ مولوی صاحِب اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ عدالت کو خطاب کرتے ہُوئے کہا کہ مَیں ابھی طلاق دیتا ہُوں۔ عدالت نے سوال کیا کہ ابھی ابھی تو آپ طلاق نہ دینے پر مُصر تھے۔ اچانک کیسے رضامند ہو گئے۔ تو مولوی صاحِب نے کہا کہ اِس خاتون نے نامحرم اصحاب اَور لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ روزِ روشن کی طرح کھول دیا۔ یہ میں کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ ان کی بیوی یقیناً اس امر سے آگاہ تھیں کہ وُہ اِسی طریقہ سے ان سے طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔ اللہ اللہ کیا لوگ تھے۔

سُنّت کی پاسداری

ڈاکٹر نذیر احمد بیان فرماتے ہیں کہ مولوی حاکم علی مرحُوم ایک زمانہ میں بارُود خانہ میں رہائش پذیر تھے۔ میرے مکان سے تھوڑے ہی فاصلے پر اُن کا گھر تھا۔ وُہ مکان کی بالائی منزل پر مقیم تھے۔ اُنہوں نے اپنی نیم پلیٹ (نام کی تختی) جو گھر کے دروازے پر نصب تھی کے ساتھ تحریر کر رکھا تھا کہ ہر اکوئی ملاقاتی مجھے تین سے زیادہ آوازیں نہ دے۔ اگر میں گھر میں موجود ہُوں تو تیسری آواز سے پہلے ہی حاضر ہو جاؤں گا۔[۴۷]

لیا تھا۔ آپ مولوی حاکم علی کے گہرے دوستوں میں سے تھے آپ کی رہائش درگاہ حضرتِ ایشاںؒ کے قریب ہے۔ (ازافادات میاں مقبول احمد ولد میاں عبدالرشید ساکن درگاہ حضرتِ ایشاںؒ)

[۴۷] روایت ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور

غریب پروری

جناب مولانا محمد بخش مُسلم اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ مولوی حاکم علی مرحوم غریب پرور اَور ہمدرد اِنسان تھے۔ وُہ دینی طلبا کی مالی حالت سے بہت اچھی طرح آگاہ تھے۔ اُن کی تنخواہ کا بیشتر حصّہ اِن طلباء کی اِمداد پر اُٹھ جاتا تھا۔ وُہ اُن کو کُتب اَور دیگر روزمرّہ ضرورت کی اشیاء مُہیّا کرتے تھے۔ [۴۸]

صُوفیاء سے محبّت

مولوی حاکم علی صُوفی منش تھے تصوّف سے بہت لگاؤ تھا۔ دُنیاداری اَور ظاہر پرستی سے کوئی تعلّق نہ رکھتے تھے۔ کالج سے فارغ ہو کر سارا وقت تبلیغِ دین اَور صوفیاء کی مجالس میں گذارتے تھے۔ انہیں حضرت خواجہ سیّد خاوند محمُود علیہ الرحمہ المعروف بہ حضرتِ ایشاں[۴۹] سے گہری عقیدت تھی وُہ لاہور میں مختلف اَوقات میں بازُود خانہ۔ بھاٹی دروازہ اَور موتی بازار میں رہائش پذیر رہے مگر حضرت ایشاں کے مزار پر متواتر اَور عقیدت سے حاضری دیتے تھے۔ تقریباً ۱۹۱۷ء میں حضرت ایشاں کے دربار سے ملحقہ ایک حجرے میں جا رہے مگر اپنی ڈاک موتی بازار لاہور[۵۰] کے پتہ پر ہی منگواتے رہے۔

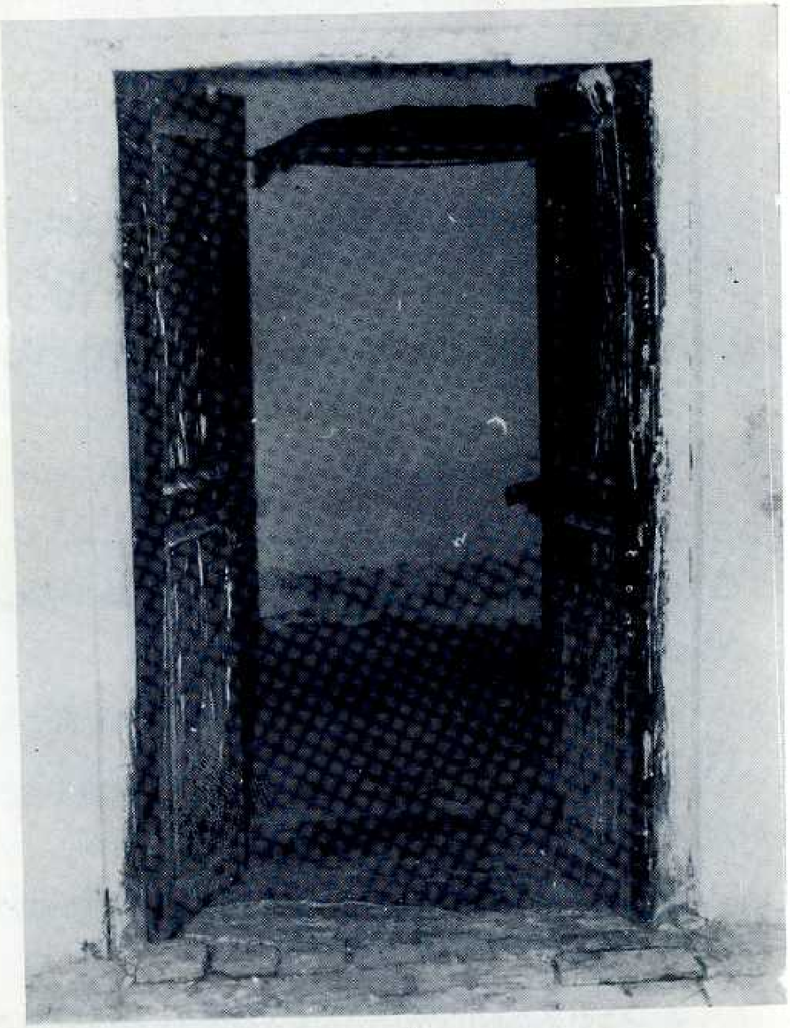
---

۴۸ روایت مولانا محمد بخش مُسلم خطیب مُسلم مسجد، لاہور

آپ ۱۸۸۸ء میں پیر بخش مرحُوم کے ہاں لاہور میں پیدا ہُوئے۔ ۱۹۱۸ء میں بی۔ اے کیا۔ تحریکِ ترکِ موالات و ہجرت کے عینی شاہدوں میں سے ہیں ۔ آپ نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۴۹ اِسمِ گرامی سیّد خاوند محمُود، حضرت ایشاں یا حضرت آں شان لقب، والد کا نام خواجہ میر سیّد شریف الدین بن خواجہ ضیاءالدین، بُخارا میں پیدا ہُوئے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عُمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عُمر میں حضرت خواجہ محمد اسحاق سفیدونی کے مُرید ہُوئے اَور تکمیلِ سلوک کی۔ برِّصغیر میں رُشد و ہدایت کو پھیلایا۔ طویل عمر پائی اَور مغلیہ خاندان کے تین بادشاہوں اکبر، جہانگیر اَور شاہجہان کا عہد دیکھا ہے۔ نومبر ۱۶۴۲ء (۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ) کو لاہور میں وفات پائی اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہُوئے۔ مدفن بیگم پُورہ میں ہے۔

۵۰ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ از مولانا احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء حاشیہ صفحہ ۲



عکسِ حُجرہ جس میں مولوی حاکم علی مرحُوم مقیم رہے۔

یہ حُجرہ آج بھی خستہ و بوسیدہ حالت میں موجُود ہے۔ اِس حُجرے کو یہ اعزاز بھی حاصِل ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپوریؒ (۶۶/۱۸۶۵ء — ۱۹۲۸ء) اور حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ (۱۸۴۹ء — ۱۹۰۹ء) متولّی و خطیب بیگم شاہی مسجد بھی اس میں قیام کرتے رہے ہیں۔ مولانا محمد بخش مُسلم بیان فرماتے ہیں کہ "مولوی حاکم علی صاحب، حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد اِحترام کرتے تھے۔"

مولوی حاکم علی عملاً اِس درگاہ کے سجادہ نشین تھے[۵۱] ان کا مزار حضرت ایشاں کی درگاہ میں ہے۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں :-

"یہ ۱۹۱۵ء — ۱۹۲۰ء کے سالوں کا واقعہ ہے کہ اس عمارت (حضرتِ ایشاں) جسے خانقاہ نقشبندیہ کہنا بجا ہوگا۔ اِسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل مولوی حاکم علی مرحُوم بھی یہیں رہائش رکھتے تھے۔ چُونکہ جب وُہ سِکھ مذہب چھوڑ کر حلقۂ اِسلام میں شامل ہُوئے تو اس سلسلۂ نقشبندیہ میں مُرید ہُوئے۔ اِس لِئے وُہ اپنے حلقہ کے پیر بھائیوں کے ہمراہ یہیں رہتے تھے۔"[۵۲]

---

[۵۱] تذکرہ حضرتِ ایشاںؒ مؤلفہ میاں اخلاق احمد مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۰ء ص ۴۷، تاریخ اماکِن لاہور از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۷۹

نامی متولّی اپنی کتاب 'تاریخ جلیلہ' (صفحہ ۱۶۹) پر لکھتے ہیں کہ "مولوی حاکم علی صاحب ایم۔اے (آپ بی۔اے تھے مؤلّف تاریخ کو اِشتباہ ہُوا ہے) مرحُوم سابق پرنسپل اِسلامیہ کالج لاہور جو سِکھ سے مُسلمان ہوئے تھے، حضرت ایشاںؒ ہی کی خانقاہ میں مقیم تھے میں "بیٹے کا حِصّہ" لے کر تقریظ لکھوانے کے لِئے وہیں اُن سے مِلا تھا۔"

مولوی صاحب نے ان کے مذکُورہ کتابچہ پر سات سطری تقریظ تحریر کی تھی، جو مذکورہ رسالہ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے۔

یہاں یہ بات قابِلِ ذکر ہے کہ نامی موصُوف، مولوی صاحب کو بہت بڑا ریاضی دان خیال کرتے ہیں، جس کا اِعتراف اُنہوں نے حسب ذیل سطُور میں کیا ہے :-

"مَیں پنجاب کے مشہُور ماہرِ حساب جناب مولوی حاکم علی صاحب بی۔اے پروفیسر اِسلامیہ کالج کا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مولوی حاکم علی حضرت سیّد میر جان کابلی[۵۳] رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ اِسی رعایت سے وُہ اپنے آپ کو نقشبندی اَور مجدّدی لکھتے تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت سیّد میر جان رحؒ کے ساتھ مل کر حضرت ایشاں کے گنبد اَور مسجد کی نہایت عُمدہ اَور خاطر خواہ مرمت کروائی۔ مولوی صاحب اَور ان کے بہت سے مُریدوں نے اس کارِ خیر میں حصّہ لیا۔ مولوی حاکم علی نے اپنی تنخواہ اِس کام کے لِئے وقف کر دی تھی۔

(بقیّہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خصُوصاً شکریہ ادا کرتا ہُوں جنہوں نے اوّل سے آخر تک اِس رسالہ (بیٹے کا حصّہ) کو بغور پڑھا۔ اَور جا بجا مفید اضافہ فرما کر اس کو واضح تر بنا دیا۔" (بیٹے کا حصّہ از غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور ۱۹۱۷ء، ص ۲۲)

۵۲ انجینئرنگ یُونیورسٹی کا تاریخی ماحول از ڈاکٹر محمّد عبد اللہ چغتائی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۲۰

۵۳ ## حضرت سیّد میر جان کابلی رحؒ

اِسم گرامی سیّد میر جان رحؒ، لقب بڑے شاہ صاحب والد کا نام سیّد میر حسن بن عبید اللہ، وطن کابل، ان کا سلسلۂ نسب ماں کی طرف سے گیارھویں پشت میں حضرت ایشاں نقشبندی تک پہنچتا ہے۔ اِبتدائی تعلیم و تربیت کابل میں پائی۔ وُہ علُومِ قرآن اَور حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ تمام احوال و مقامات کو شرعی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لاہور تشریف لانے سے پہلے دُور دراز ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت کی۔ مادری زبان فارسی تھی مگر اُردُو اَور پنجابی میں ماہر تھے۔ اشاعتِ دین کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ سِلسلۂ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ وُہ طریقِ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں حضرت سیّد احمد یار بُخاری نقشبندی مجدّدی اُوچی ثم امرتسری متوفّی ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر مقاماتِ سلوک کی تکمیل کی۔ آپ کو حضرتِ ایشاں رحؒ سے والہانہ عقیدت تھی۔ حضرتِ ایشاں رحؒ کے دربار کی مسجد کے شمالی حُجرہ یا محراب میں ۳۰ سال تک مقیم رہ کر طالبانِ علم و ہدایت کے اجتماعِ کثیر کو قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اَور عقاید کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو واصل بحق ہُوئے۔ آپ کا مزار حضرت ایشاں کے مشرقی پہلو میں ہے۔ آپ کے ساتھ ہی آپ کے برادرِ خورد حضرت سیّد محمُود آغا رحمۃ اللہ علیہ متوفّی اکتوبر ۱۸۸۲ء (۱۱۔ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ) کا مزار ہے۔

(تذکرۂ حضرتِ ایشاں مؤلّفہ میاں اخلاق احمد اَور مصباح الحقیقت از محمّد باقر نقشبندی مجدّدی ڈھڈیالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء)

مردِ حق آگاہ

پروفیسر مولوی حاکم علی صاحب محض ایک عالمِ دین یا انگریزی داں سکالر ہی نہ تھے بلکہ رُوحانیت میں بھی ایک منصبِ خاص پر فائز نظر آتے ہیں جس کا پرتو اُن کی پُوری زندگی پر بے حد نمایاں ہے۔ اہل اللہ کی سُنّت کے مُطابق اپنے پیر و مُرشد سے اپنی نسبتِ قویہ کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ ایک جگہ خُود فرماتے ہیں:-

"۳۵ سال کی عُمر میں مَیں نے بیعتِ طریقت کی۔ مَیں امامتِ نماز کرانے سے تامّل کیا کرتا تھا۔ ایک وقت آ گیا کہ میرے مُرشد (حضرت سیّد میر جان رحؒ) نے مجھے امامتِ نماز سپُرد کی اَور میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ ایک وقت مجھے اپنے ضمن میں لے لیا یعنی وصیّت مجھے فرما کر وصی مقرر فرمایا اَور آخر میں میری ڈاڑھی دستِ مُبارک میں لے کر فرمایا کہ

"تُوں مَیں ہیں۔ مَیں تینوں اللہ دی سپُرد کیتا۔"

تمام شجرے شریف مجھے عطا فرماتے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میری رسائی ایک خاص مقام تک ہو گئی تو میں حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مُبارک میں حاضرِ حضُورِ پُرنور، ہوا تو القاء فرمایا کہ تجھ کو ہم نے پاک کیا۔"[۵۴]

____ اَور کیوں نہ ہو۔ آخر کس کیاری کے پھُول تھے کِس چشمۂ خیر و برکت سے سیراب ہُوئے تھے ____ اُس سرچشمۂ ولایت سے ____ جہاں کی حاضری اُس دَور کے اہل اللہ اَور صاحبانِ علم و فضل اپنے لِئے باعثِ سعادت سمجھتے اَور جن کی صُحبت سے فیضِ معنوی پاتے رہے[۵۵] ____

---

۵۴ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۳۔ دسمبر ۱۹۲۰ء، ص ۳، کالم ۱

۵۵ تفصیل کے لِئے دیکھیے خزینۂ معرفت از صُوفی محمّد ابراہیم قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

بے مثال جرأت

میاں مقبول احمد اپنے والد میاں عبدالرشید کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ مولوی حاکم علی مرحوم درگاہ حضرت ایشاں کی تزئین و آرائش کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے مرقدِ حضرت ایشاں کے گنبد پر ایک خوبصورت کلس بنوا کر نصب کروایا تھا۔ اس کلس کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ اس میں خاص قسم کے بلّور (شیشے) کے تراشیدہ ٹکڑوں سے بنا ہوا ایک گلوب لگایا گیا تھا۔ اس سے دن کے وقت اور چاندنی راتوں میں رنگین شعاعیں منعکس ہوتی تھیں۔ عجیب سماں ہوتا تھا رنگوں کا ـــــ

اس زمانہ میں دربار حضرت ایشاں کے ارد گرد سرسبز باغات اور ہرے بھرے کھیت تھے۔ دربار آباد اور پُر رونق تھا۔[۵۶] آج کل کی طرح بے سروسامان اور ویران نہ تھا۔ باغات اور کھیتوں کی وجہ سے ننھے مُنّے پرند مثلاً کبوتر، تیتر اور بٹیر وغیرہ عام تھے۔ اس وجہ سے کبھی کبھی لوگ اِدھر شکار کی غرض سے بھی آنکلتے تھے ۱۹۱۱ء/ ۱۹۱۰ء کا واقعہ ہے ایک انگریز جوڑا (میاں بیوی) پرندوں کا شکار کرتے ہوئے درگاہ حضرت ایشاں کے نواح میں آنکلے۔ انگریز نے گنبد پر بیٹھے چند کبوتروں پر نشانہ باندھ کر بندوق داغ دی۔ دو تین کبوتر زمین پر آرہے۔ مگر ساتھ ہی گلوب کے بلوری ٹکڑے بھی ایک چھناکے کے ساتھ زمین بوس ہوئے۔ کیونکہ بندوق کے چند چھرے گلوب کو بھی جا لگے تھے۔ جیسے ہی گلوب کے شیشوں کے زمین پر گرنے کی آواز باباسائیں کامل دین[۵۷] نے سُنی، فوراً حجرے سے

---

[۵۶] صاحبِ "مصباحُ الحقیقت" نے اُس دور کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے :۔

"نماز کے لئے عالی شان مسجد اور اعتکاف کے لئے حجرے اور آنے جانے والوں کے لئے عالی شان مکان، وضو کے لئے حوض پختہ اور غسل کے واسطے پختہ چاہ اور پانی پینے کے لئے ایک علیحدہ اور ہاضم کنواں اور دوپہر کو آرام کرنے کے لئے سرسبز اور سایہ دار درخت اور میوہ جات کے لئے نہایت پُر فضا باغ۔ خاص و عام کے لئے ہر قسم کی خوراک و چائے، دیگر لوازماتِ خوردنی ہر وقت موجود۔"

(مصباح الحقیقت از محمد باقر نقشبندی مجدّدی ڈھریالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء ص ۵۶)

[۵۷] باباکامل دین حضرت میرجان کابلیؒ کے منظورِ نظر خدام میں سے ایک تھے جلالی بزرگ تھے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

نکل آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ انگریز زخمی کبوتر سمیٹ رہا ہے۔ فوراً اُس کے پاس جا کر بازپرس شروع کر دی۔ باباکامل دین جلالی بزرگ تھے معاملہ بحث سے ہاتھا پائی تک پہنچا ـــــ عہدِ انگریز اور انگریز سے ہاتھا پائی، اللہ اللہ کیا حوصلہ مند انسان تھے۔ انگریز نے بندوق کا بٹ مار کر باباجی کے ناک کو شدید زخمی کر دیا۔ خون بہہ نکلا۔ درگاہ میں موجود دیگر اصحاب نے جب باباجی کو زخمی دیکھا تو انہوں نے انگریز کی خوب مرمت کی۔ اُس وقت تو انگریز دُم دبا کر بھاگ لیا۔ اُسی دن ڈی۔ سی لاہور کو شکایت کی۔ ڈی سی نے فوراً انچارج تھانہ نولکھا کو حکم دیا کہ اس فعل کے مرتکب لوگوں کو فوراً گرفتار کر کے پیش کیا جائے۔ حُکمِ حاکم ـــــ انچارج تھانہ نے ناصر شاہ اے ایس۔ آئی علاقہ بیگم پُورہ کو حکم دیا کہ فوراً ان لوگوں کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ ناصر شاہ علی الصبح چند سپاہیوں کے ساتھ درگاہ میں پہنچ گیا۔ مگر وہاں نقشہ ہی اور تھا۔ مسجد کے صحن میں بیس پچیس لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ختم شریف خواجگان پڑھ رہے تھے۔ جس کا سلسلہ حضرت میرجان کابلیؒ کے زمانہ ہی سے چلا آرہا تھا ـــــ یہ رُوح پرور اور پاکیزہ محفل دیکھ کر ناصر شاہ خاموش رہا۔ جب یہ حضرات فارغ ہوئے تو ناصر شاہ نے پُوچھا آپ میں باباکامل دین کون ہیں۔ لوگوں نے ان کی طرف اِشارہ کر دیا۔ اس محفل میں مولوی حاکم علی بھی موجود تھے۔ ناصر شاہ نے اُن کو بتایا کہ مجھے حکم ہے کہ آپ لوگوں کو گرفتار کر کے ڈی سی کے پاس پیش کروں۔ مگر میں آپ کو گرفتار تو نہیں کرتا البتہ آپ میرے ساتھ چلیں اور ناصر شاہ نے مولوی حاکم علی کو خاص طور پر درخواست کی کہ آپ بھی ساتھ چلیں تاکہ صاحب کو واقعات کو اچھی طرح بیان کر سکیں۔ چند تانگے طلب کئے گئے۔ اور یہ حضرات ان میں سوار ہو کر ڈی سی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔

جب یہ لوگ ڈی۔ سی کے رُوبرُو پیش ہوئے تو مدعی انگریز اور اس کی میم بھی وہاں براجمان تھے۔ مولوی حاکم علی صاحب نے انگریز ڈپٹی کمشنر کو تمام واقعہ کی تفصیل نہایت مدلّل انداز میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اُن کے زمانہ تولیت میں درگاہ حضرت ایشاںؒ کے منتظم مرزا غلام محمد تھے۔ باباسائیں کامل دین حضرت مُوسٰے پاک شہیدؒ (ملتان) کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے : مصباح الحقیقت مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء

پیش کی اور آخیر میں اُن سے استفسار کیا "کیا گرجا پر اِس طرح فائرنگ کی اجازت ہے؟" جواب نفی میں تھا۔ مولوی صاحب نے کہا بعینہٖ ان مقامات پر بھی فائرنگ کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ بھی گرجا کی طرح مقدّس ہیں۔ ڈی۔سی مولوی صاحب کی مدلّل بحث سے بہت متاثر ہُوا ___ اِس بحث کے دوران میم نے جب سائیں بابا کو دیکھا تو نفرت وحقارت سے اُن کی طرف مُنہ کر کے تھُوکا۔ ڈی۔سی صاحب نے میم کی اِس شرارت اور قبیح حرکت کو دیکھ لیا۔ کیا مُنصِف مزاج انسان تھا۔ فوراً بولا کہ آپ کی یہ حرکت مجھے اچھی نہیں لگی۔ آپ کے اِس فعل سے آپ کی زیادتی کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ اِس طرح یہ نازک معاملہ مولوی صاحب کی معاملہ فہمی سے سُلجھ گیا۔

چنانچہ ڈی۔سی نے فوراً آرڈر دیا کہ موضع بیگم پُورہ، (بدھو آوا، گھوڑے شاہ اور جی۔ٹی روڈ) میں آئندہ کے لیے شکار ممنُوع ہے۔ ایک زمانہ تک اِن احکامات کی نقل میاں مقبول احمد کے والد میاں عبدالرشید (متوفّی ۱۹۶۴ء) کے پاس محفُوظ رہی۔[۵۸]

مولوی صاحب معاملات ومسائل کو احسن طریق سے سُلجھانے کی خُوبیوں سے مالا مال تھے۔

مرنجاں مرنج شخصیّت

مولوی حاکم علی مرحُوم انسان سے محبّت کرتے تھے۔ اپنے ملازمین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ وُہ ریاضی اور جنرل سائنس کے اُستاد تھے۔ سائنس دان عمُوماً خشک طبع ہوتے ہیں مگر مولوی صاحب مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ بذلہ سنجی، شگفتہ بیانی اور خوش کلامی کی مثالیں اُن کی زندگی کے مطالعہ سے سامنے آتی ہیں۔ جب علی بخش[۵۹] ملازمت کی تلاش میں لاہور وارد ہُوا تو اوّل اوّل وُہ مولوی حاکم علی مرحُوم کے ہاں گھریلو کام پر ملازم ہُوا۔ اس سیدھے سادھے نوجوان دیہاتی کے ساتھ ایک دو عجیب دِلچسپ لطائف ہوئے۔ ان مزاحیہ لطائف سے مولوی

---

[۵۸] روایت میاں مقبُول احمد ساکن درگاہ حضرت ایشانؒ

[۵۹] علی بخش موضع اٹل گڑھ ضلع ہوشیار پُور کے رہنے والے تھے۔ ان کے بیان کردہ ذاتی حالات سے (باقی برصفحہ آئندہ)

حاکم علی کی خوش طبعی، شگفتہ مزاجی اور مزاح کی عُمدہ مثال سامنے آتی ہے، میاں علی بخش کی زبانی مُلاحظہ فرمائیں :-

"میں جب اٹل گڑھ سے لاہور آیا تو اِسلامیہ کالج کے پرنسپل مولوی حاکم علی کو نوکر کی ضرورت تھی۔ مجھے ایک آدمی اُن کے پاس لے گیا اور چار روپے اور روٹی کپڑے پر مجھے اُن کے پاس نوکر کرا دیا۔ مولوی حاکم علی بھاٹی دروازہ کے اندر رہتے تھے۔ ان کے مکان کے سامنے ایک بالاخانہ تھا جس میں اورینٹل کالج کے ایک پروفیسر صاحب رہتے تھے۔ یہ بڑے گورے چِٹّے کسرتی بدن کے نوجوان تھے اور اُن کا نام شیخ محمد اقبال تھا۔ یہی شیخ محمد اقبالؒ آگے چل کر ڈاکٹر اقبال اور سر اقبال بنے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑا رُتبہ دیا۔ مولوی حاکم علی سے اُن کا بڑا میل جول تھا۔ دونوں ایک دُوسرے کے ہاں آتے جاتے رہتے تھے۔

میری عمر اُس وقت تیرہ چودہ سال کی تھی۔ گاؤں سے نیا نیا آیا تھا۔ اِس لئے شہر کے طور طریقے نہیں جانتا تھا۔ شہر والوں کی بعض باتیں بھی میری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ ایک دفعہ مولوی صاحب نے کہا کہ آج سالن میں انار دانہ ڈالنا۔ میں سمجھا، یہی دانہ ڈالنے کو کہہ رہے ہیں۔ میں پنساری کے ہاں سے ایک پیسے کا یہی دانہ لے آیا اور سالن میں ڈال دیا۔ اِس بات کی بڑی شہرت ہوئی۔ ہمارے ڈاکٹر صاحب نے بھی یہ قصّہ سُنا اور بہت ہنسے۔ پھر تو مجھے سب چھیڑنے لگے۔ ایک دن مولوی حاکم علی صاحب کہنے لگے۔ آج بتاشوں کا مربّہ لے آنا۔ میں سارا شہر پھر آیا لیکن بتاشوں کا مربّہ کہیں نہ ملا۔ جس دکاندار

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) اُن کی تاریخ پیدائش ۱۸۸۵ء/۱۸۸۶ء نکلتی ہے۔ بیوہ ماں کی خدمت کے جذبے سے سرشار اور بے روزگاری سے تنگ آکر گاؤں سے لاہور اپنے ایک عزیز کے پاس آئے۔ ملازمت کی تلاش کی اور چند دن بعد مولوی حاکم علی مرحُوم کے پاس ملازم ہُوئے۔ پھر علاّمہ اقبال کے ہاں چلے گئے۔ باقی ساری زندگی ان کی خدمت میں گزار دی۔ ۱۹۶۲ء میں لاہور میں جاں بحق ہوئے۔

سے مانگتا تھا وُہ بے اِختیار ہنس پڑتا تھا۔[۶۰]

رُوحانیّت

مولوی صاحِب بہت صحت مند اَور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ متوازن بدن سیاہ زُلفیں شانوں پر لٹکی رہتیں لمبی ڈاڑھی، بال بالکل نہیں کٹواتے تھے۔ پاٹ دار آواز حسین تھے۔ بہادر اَور بے باک تھے۔ زمانہ قدیم میں حضرت ایشاںؒ کے مزار کے اِرد گرد کھیت تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کے عُرس کی تقریب ہو رہی تھی کہ کھیتوں سے چوروں کے ایک گروہ نے اِس تقریب کے موقع پر حملہ کر دیا۔ حاضرین سہم گئے۔ چور پلاؤ وغیرہ کی دیگیں اُٹھا کر چل دیئے۔ کسی کو ان کے تعاقب کا حوصلہ نہ ہُوا۔ مولوی صاحب نے بلند آواز میں ان کو کہا کہ پلاؤ ہمارا ہے مگر دیگیں کرائے کی ہیں ان کو واپس کر دو۔ چور بھی ——— صاحِب دل نکلے۔ پلاؤ اپنی چادروں میں ڈال کر دیگیں وہیں چھوڑ دیں۔[۶۱]

عزیمت

خُودداری، آزادی اَور استغنا درویشوں کی خوبیاں ہیں۔ ان میں یہ اَوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ ایک مرتبہ کالج اِنتظامیہ سے اِختلافات کی بنا پر کالج سے الگ ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت وُہ پرنسپل کے عہدہ پر فائز تھے۔ قناعت، توکّل اَور تسلیم و رضا کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ ان کے دادا اَور والد کی وفات کے بعد ان کے سوتیلے بھائیوں اَور دیگر رشتہ داروں نے آبائی جائداد سے ان کو وراثت کی پیش کش کی۔ جو اُنہوں نے ٹھکرا دی۔[۶۲]

---

[۶۰] اِقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبُوعہ تاج کمپنی لاہور مضمُون بعنوان "ڈاکٹر اِقبالؒ ——— میاں علی بخش کی زبانی" ص ۱۱-۱۲۔

چراغ حسن حسرت کاشمیری موضع بمیار (بارہ مُولا کشمیر) میں شیخ بدرُالدین کے ہاں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہُوئے۔ میٹرک پُونچھ سے پاس کیا۔ جامعہ پنجاب سے بی۔ اے کیا۔ اِبتدا میں شملہ اَور کشمیر کے مدارس میں اُستاد رہے۔ بعد میں بہت سے اخبارات و رسائل کے مُدیر و نائب مدیر رہے۔ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ ۲۶ جون ۱۹۵۵ء کو بعمر ۵۱ سال لاہور میں اِنتقال کیا۔

[۶۱] ازافادات میاں اخلاق احمد ایم۔ اے شاد باغ لاہور

[۶۲] بروایت سردار محمد اختر نواسہ مولوی حاکم علی مرحُوم

لباس

ریاضی دان اَور سائنس دان ہونے کے باوجُود اِسلامی روایات کا پابندی سے اِحترام کرتے تھے۔ لباس و طعام اَور روزمرّہ کے کاموں میں شریعت کا خیال رکھتے تھے۔ ڈھیلے ڈھالے پاجامے یا شلوار کے ساتھ ایک لمبا سفید چُغہ زیبِ تن کرتے تھے۔ کبھی کبھی دو جیبوں والا کوٹ یا تہہ بند بھی پہنتے، سفید کپڑوں کو ترجیح دیتے تھے۔

بچّوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ محبّت اُن میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مولوی صاحِب کے پاس ایک سفید گھوڑا تھا اُس پر سوار ہو کر کالج آتے تھے۔ آج یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوگی مگر اُس زمانہ میں گھوڑا سواری فیشن میں داخل تھی۔ دُوسرے اساتذہ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر کالج آیا کرتے تھے۔ مولوی حاکم علی شہر میں دیگر ضروری کاموں کو کرنے کے لِئے بھی گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ کچھ عرصے کے لِئے اُنہوں نے ایک بگھّی بھی رکھی تھی مگر یہ مدت بہت کم تھی۔[۶۳]

مولوی حاکم علی کے ساتھ اُن کی دو بہنیں بھی مشرّف بہ اِسلام ہوئی تھیں۔ ان کی شادیوں کے سِلسلہ جب ان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو کبھی کبھی وُہ کہا کرتے تھے کہ معاشرہ کِسی کو معاف نہیں کرتا۔[۶۴] یہ دونوں خواتین صاحب اَولاد ہو کر اِس جہانِ فانی سے رُخصت ہوئیں۔[۶۵]

مولوی صاحب کی اہلیہ مسماۃ سردار بیگم (متوفیّہ ۱۹۴۷ء مدفون موضع آدھن ضِلع قصُور) تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ وُہ حصار کے ایک سکول میں اُستانی تھیں۔ ان کو والد کی طرف سے ورثہ میں ایک مکان

---

[۶۳] مجلّہ کریسنٹ (اسلامیہ کالج) سالنامہ ۱۹۳۰ء، ص ۴۵، ازافادات ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اَور قاضی سید احمد سابق ہیڈ کلرک اِسلامیہ کالج لاہور

[۶۴] بروایت مولانا ضیاء احمد امرتسری اَور سردار محمد اختر نواسہ مولوی حاکم علی

[۶۵] بروایت سردار محمد اختر

ملا تھا۔ یہ گھر بازار ستھاں میں واقع تھا۔ اس کے دروازے پر مولوی حاکم علی کے نام کی تختی اور لیٹر بکس آویزاں تھا۔ یہ مکان بعد میں مسمّاۃ سردار بیگم کے بھائیوں نے مختلف ہتھکنڈوں سے ہتھیا لیا۔ اب اس کا تعیّن کرنا ناممکن ہے۔

اولاد

مولوی حاکم علی کی ایک ہی بیٹی مسمّاۃ غلام سکینہ (متوفیہ ۱۹۶۴ء، مدفون موضع آدھن ضلع قصور) تھی۔ مسمّاۃ غلام سکینہ نے وکٹوریہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ لاہور سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ وُہ انگریزی میں خط و کتابت کر سکتی تھیں۔ غلام سکینہ جوان ہوئی تو اُن کو اُس کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ انہوں نے اپنے سسر کو پیغام دیا کہ بچّی کے لئے کسی نو مُسلم سکھ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ تلاشِ بسیار کے بعد ایک نو مُسلم سکھ لڑکا مل تو گیا مگر وُہ شادی شدہ اور صاحبِ اولاد تھا۔ اُس کا نام سردار غلام نبی (متوفی ۱۹۴۳ء مدفون آدھن ضلع قصور) تھا۔ سردار غلام نبی، رنجیت سنگھ کے جنرل سردار کاہن سنگھ کی اولاد سے تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ غلام سکینہ اس کے نکاح میں دے دی گئی۔ غلام سکینہ کے دو لڑکے سردار محمد اختر اور سردار محمد اصغر حیات ہیں اور موضع آدھن ضلع قصور میں مقیم ہیں۔ [۶۶]

---

[۶۷] عبدالقادر نے حکیم محمّد مُوسیٰ امرتسری سے ذکر کیا تھا کہ مولوی حاکم علی کے والدین گورداسپور سے لاہور آ رہے تھے۔ ان کے والد معروف اور متموّل ٹمبر مرچنٹ تھے۔ ان کی چالیس پچاس مربعہ اراضی

---

۶۶ بروایت سردار محمد اختر نواسہ مولوی حاکم علی

۶۷ بابو عبدالقادر ۲۷۔دسمبر ۱۸۹۶ء کو نعمت خان کے ہاں موضع دہانہ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہُوئے۔ وُہ راجپوت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو گاؤں میں صُوبہ دار کا خاندان کہلاتا تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں ایس بی اُومی چند ہائی سکول باج وارا (بجھواڑہ) سے میٹرک کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ لاہور آ کر اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا مگر ایف اے کا امتحان نہ دے سکے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

تھی۔ مولوی حاکم علی عاشقِ رسُول صلعم تھے۔ اُن کو مال و دولت اور دُنیاوی آرام و آسائش متاثر نہ کر سکے۔ عبدالقادر مرحُوم کا بیان ہے کہ کالج کے زمانہ طالب علمی میں وُہ مولوی صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ کے مابین پیغام رسانی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے تھے۔ مولوی صاحب کو اپنی والدہ سے بے پناہ محبت تھی۔ وُہ کبھی کبھی اُن سے ملنے بھی جایا کرتے تھے۔ [۶۸]

تلامذہ

مشہُور شاعر اور ماہرِ ریاضی خواجہ دِل محمّد (فروری ۱۸۸۳ء۔ اگست ۱۹۵۳ء) آپ کے نامور شاگردوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے اسلامیہ کالج سے بی۔اے کیا۔ اور گورنمنٹ کالج سے ایم۔اے ریاضی کرنے کے بعد اسلامیہ کالج میں اُستاد مقرر ہُوئے اور پرنسپل کے عُہدے تک پہنچے۔ آپ مولوی صاحب کے خاص شاگردان میں سے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ دِل محمّد کے دل میں ریاضی کا ذوق مولوی صاحب کی شاگردی کا نتیجہ ہے۔

خواجہ دِل محمّد نے مولوی حاکم علی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

"مَیں سکول کے زمانہ طالب علمی میں ہیڈ ماسٹر عبدالواحد صاحب اور کالج میں مولوی حاکم علی صاحب، ایم۔اے غنی صاحب اور مولوی اصغر علی رُوحی صاحب اور سر شیخ عبدالقادر (صاحب) سے بالخصوص متاثر ہُوا۔" [۶۹]

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) یہاں وُہ مولوی حاکم علی کے شاگرد ہُوئے۔ مختلف بنکوں اور کمپنیوں میں اکاؤنٹنٹ رہے۔ حنفی العقیدہ تھے۔ ہر وقت یا ہر جگہ مطالعہ میں غرق رہتے تھے۔ احباب ان کو ابو المطالعہ کہا کرتے تھے۔ آخری عمر میں عمرہ کیا۔ فلیمنگ روڈ (آغائے بیدار بخت روڈ) کی ایک کوٹھی میں مقیم تھے۔ ۲۴۔دسمبر ۱۹۷۶ء کو بروز جمعہ شام ۵ بجے جاں بحق ہُوئے۔ لاہور میں دفن ہیں۔

(مکتوب از ایم اکرم پسرِ بزرگ بابو صاحب بنام راقم الحروف)

۶۸ ازافادات جناب حکیم محمّد موسیٰ امرتسری ریلوے روڈ لاہور

۶۹ سوانح مرحوم خواجہ دِل محمّد از خواجہ گلزار محمد مطبوعہ لاہور، ص ۳

۱۹۱۲ء میں اسلامیہ کالج میں ایف۔ اے، ایف۔ ایس سی اور بی۔ اے، بی۔ ایس سی کی جماعتوں میں ریاضی کے طلباء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا تو مولوی صاحب نے فزکس اور کیمسٹری کی جماعتیں لینا چھوڑ کر خواجہ دِل محمدؐ کے ساتھ مِل کر ریاضی کی جماعتوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔[70] تاکہ خواجہ صاحب کا بوجھ کم ہو جائے۔ آپ ایک ماہر ریاضی دان تھے۔ ریاضی جیسے خشک و مشکل مضمون کو دِلچسپ اور آسان بنانے میں ماہر تھے۔

خواجہ دِل محمدؐ، مولوی صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں انجمن کے سالانہ اجلاس کے اِنعقاد کے موقعہ پر حسبِ معمول خواجہ دل محمدؐ کا نام بطور شاعر اجلاس کے پروگرام میں شامل نہ ہو سکا۔ اِنعقادِ جلسہ سے ایک دن پہلے مولوی صاحب نے خواجہ صاحب سے وعدہ لیا کہ وُہ انجمن کے جلسہ میں نظم ضرور پڑھیں گے۔ چنانچہ ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو پہلے اجلاس کی صدارت شیخ اصغر علی بی۔ اے نے کی۔ مولوی حاکم علی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے تو خواجہ دِل محمدؐ نے گیارہ بند کی ایک طویل نظم پڑھی۔ نظم کا مطلع درج کیا جاتا ہے ؎

یارب تیری درگہ سے مخاطب ہے یہ بندا
پر کب تیری حضرت میں تکلّم کا ہے یارا

خواجہ دل محمدؐ نے جلسہ میں اِس بات کا ذِکر بھی کیا کہ میں اُستادِ محترم مولوی حاکم علی کے اصرار پر شریکِ جلسہ ہو کر نظم پڑھ رہا ہُوں۔ جس پر مولوی حاکم علی نے بھرے جلسے میں خواجہ دِل محمدؐ کا شکریہ ادا کیا۔[71]

آغا بیدار بخت، سیّد نذیر نیازی اور بابُو عبد القادر آپ کے مشہُور تلامذہ میں سے تھے۔

مولوی حاکم علی اکثر انجمن حمایتِ اِسلام کے سالانہ اجلاس میں تقریر کیا کرتے تھے۔ مگر جب کبھی اُنہوں نے کسی سائنسی موضوع پر اِظہارِ خیال کرنا ہوتا تو سٹیج پر تختہ سیاہ نصب کر دیا جاتا۔ وُہ اس

[70] بجٹ اِسلامیہ کالج ۱۹۱۲ء، از فضل حسین سیکرٹری مطبُوعہ ۷۔ نومبر ۱۹۱۱ء

[71] تیئسویں سالانہ جلسہ انجمن حمایت اِسلام کی رپورٹ اپریل ۱۹۰۸ء، ص ۹۶۔ ۹۷۔ ۱۶۵

تختہ سیاہ پر ہندسی اشکال اور سائنسی فارمولوں کی مدد سے اپنے موضوع کی وضاحت کیا کرتے تھے۔[72]

۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ انجمن حمایتِ اِسلام کے چودھویں سالانہ اجلاس میں اُنہوں نے "اِسلام و سائنس" کے موضوع پر ایک پُرمغز تقریر کی۔ اُنہوں نے اپنے لیکچر کی اِبتدا میں سائنس کے مختلف اصُول اور عالم کے مختلف واقعات کے تفصیلی حوالے دے کر آخر میں یہ بات ثابت کی کہ حقیقتاً واقعات کا ظہُور اس اصول پر ہوتا ہے جو قرآن پاک کی تعلیم سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ یہ تقریر سائنس اور اسلام کے درمیان ایک مکالمہ کے طور پر تھی۔ اُنہوں نے تقریر کی وضاحت کے لیے چند دِلچسپ اور مناسب تجربات بھی دِکھائے۔ تقریر تقریباً دو گھنٹے جاری رہی اور حاضرین نے اس کو بہت پسند کیا۔ صدرِ جلسہ شیخ عبد القادر نے مولوی حاکم علی مرحوم کو مبارکباد پیش کی۔[73]

رِحلت

مولوی حاکم علی پنجابی میں عمدہ شعر کہہ لیتے تھے۔ آخر عُمر میں کچُھ زیادہ ہی مجذُوب ہو گئے تھے۔ ایک دن مندرجہ ذیل شعر کہا ؎

اے لے پھڑ بھُورا اُبکل تے سَوجھا رکھیں کہی دا
ڈھول وجّا وساکھی داتے ساتھوں ہُن نہیوں رہی دا

اِس شعر کو اُنہوں نے وِردِ زبان بنا لیا اور سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ بات مَیں نے اپنے مُرشد سے کہہ دی ہے۔ یہی خیال ہر وقت رہنے لگا۔ ایک دن شدید بُخار کی حالت میں اپنے حجرے سے نکل کر شہر کی راہ لی۔ لوہاری گیٹ کے نزدیک سرکلر نہر (شہر لاہور کی فصیل کے ساتھ ساتھ چاروں طرف سرکلر باغ تھا جس کے چند نشان اب بھی باقی ہیں۔ اس باغ کے ساتھ ایک سرکلر نہر بہتی تھی۔ اس کا پانی سرکلر باغ کو سَیراب کرتا تھا) کے کنارے بے ہوش ہو کر گرے۔ اُٹھا کر بھاٹی دروازہ میں اُن کی بیٹی کے گھر

---

[72] بروایت ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور

[73] سالانہ رپورٹ انجمن حمایتِ اِسلام بابت ۱۸۹۸ء (انجمن کے چودھویں سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۴، ۲۵، ۲۶۔ فروری ۱۸۹۹ء) ص ۵۷۔

لایا گیا۔ دوا دارُو ہوتا اِسی حالت میں وفات پا گئے۔[۷۴]

ان کی نمازِ جنازہ میں میرجان رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندان، مُریدین، اہلِ بستی بیگم پُورہ، بھوگیوال، کوٹ خواجہ سعید، باغبان پُورہ اَور دیگر نواحی بستیوں کے علاوہ کالجوں اَور سکولوں کے اساتذہ، طلبہ، شہر لاہور کے معزّزین، سیاسی رہنماؤں اَور سماجی کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔[۷۵]

سنِ وفات میں اِختلاف

صاحبِ تذکرہ علمآ اہلِ سُنّت و جماعت لاہور نے اُن کا سنِ وفات ۱۹۴۴ء درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

"آپ ۱۹۴۴ء میں لاہور میں واصل بحق ہُوئے۔"[۷۶]

غلام دستگیر نامی اپنی تصنیف "تاریخِ جلیلہ" میں رقم طراز ہیں :-

"مولوی حاکم علی صاحب ایم۔ اے مرحُوم سابق پرنسپل اِسلامیہ کالج لاہور، جو سکھ سے مُسلمان ہُوئے تھے، حضرت ایشاںؒ ہی کی خانقاہ میں مقیم تھے۔"[۷۷]

تاریخِ جلیلہ ۱۹۳۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔ نامی صاحب مولوی صاحب کو مرحُوم لکھتے ہیں یعنی وُہ ۱۹۳۷ء سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ اِس لِئے ۱۹۴۴ء اُن کا سنِ وفات نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب کی قبر کے کتبے کی نقل درجِ ذیل ہے۔ قبر کا موجُودہ تعویذ اُن کے ایک "عقیدت مند" شاگرد نے آج سے پندرہ سولہ

---

[۷۴] بروایت سردار محمد اختر نواسہ مولوی حاکم علی

[۷۵] بروایت میاں اخلاق احمد ایم۔ اے، ۳۳۳ شادباغ لاہور

تلاشِ بسیار کے باوجُود اُس دَور کے اخبارات جن میں پروفیسر مولوی حاکم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ آخرت کی خبریں اَور ان کی رحلت پر ادارتی نوٹ شائع ہُوئے، دستیاب نہیں ہو سکے ورنہ ہم ان سے بھی اِستفادہ کرتے۔

[۷۶] تذکرہ علمآ اہلِ سُنّت و جماعت لاہور از اقبال احمد فارُوقی مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۸۹

[۷۷] تاریخ جلیلہ از غلام دستگیر نامی مطبُوعہ لاہور ۱۹۳۷ء ص ۱۶۹

سال قبل تعمیر کروایا تھا، اُس پر تاریخِ وفات ۱۹۲۵ء مرقوم ہے۔
اس "عقیدت مند شاگردِ دیرینہ"[۸۶] نے اپنا نام و پتہ درج نہیں کیا۔ نقل کتبہ:۔

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

مرقد

مولوی حاکم علی صاحب

سابقہ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

سالِ وفات:۔ ۱۹۲۵ء

تعمیر از

عقیدت مند شاگردِ دیرینہ"

۸۶؎ اس عقیدت مند شاگرد کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ تعویذ کی تعمیر کے وقت وُہ ریٹائرڈ زندگی گذار رہے تھے۔ وُہ قبر پر اپنے بیٹے مسمّی محمد شریف ______ جو اُن دنوں محکمہ جنگلات میں افسر تھے ______ کے ہمراہ حاضر ہو کر اِس گمنام مجاہد کی خستہ حال قبر کی حالتِ زار پر زار و قطار رویا کرتے تھے۔
خُدا جانے کتنے ہی ایسے مجاہد، قوم کی بے خبری کی نذر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔



پروفیسر مولوی حاکم علی علیہ الرحمۃ کی آخری آرام گاہ

شِعر گوئی

مولوی حاکم علی اُردو، انگریزی، پنجابی اَور فارسی چاروں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء کو میاں فضل حسین کی زیرِ صدارت سہ پہر چار بجے اِسلامیہ کالج میں پروفیسر ایم۔ اے عزیز، جو یکم فروری ۱۹۰۸ء کو کالج کے پرنسپل مقرر ہُوئے تھے، کے اعزاز میں طلباء اَور اساتذہ نے ایک عصرانہ دیا[۷۹]۔ اِس پارٹی میں مسلمان، انگریز، عیسائی، ہندو دانشور، ماہرِ تعلیم اَور صحافیوں نے شرکت کی۔ اِس جلسہ میں اُنہوں نے انگریزی اَور اُردو ہر دو زبانوں میں ایک ہی مضمون پر مبنی ایک نظم پڑھی جس میں اُنہوں نے جنوری ۱۹۰۵ء میں کالج سے چلے جانے اَور یکم دسمبر ۱۹۰۷ء کو دوبارہ کالج میں واپس آجانے کے واقعہ کو نہایت مؤثر انداز میں نظم کیا ہُوا تھا۔ روزنامہ ٹریبیون لاہور کے ایڈیٹر مسٹر نندی اَور روزنامہ پیسہ اخبار لاہور کے مدیر منشی محبُوب عالم بھی اِس جلسہ میں موجُود تھے۔ اُنہوں نے اپنے اپنے اخبارات میں شائع کرنے کے لئے مولوی صاحِب سے اُن کی انگریزی اَور اُردو نظمیں حاصل کیں۔ افسوس ٹریبیون فروری ۱۹۰۸ء اَور پیسہ اخبار فروری ۱۹۰۸ء کی فائلیں دستیاب نہیں ہوسکیں۔ ورنہ اُن کے کلام کا نمُونہ پیش کیا جاتا۔ آپ بے داغ انگریزی لکھتے تھے۔ آپ کا اندازِ تحریر بے ساختہ، واضح، صاف اَور شگفتہ ہے۔ مذکُورہ بالا جلسہ کی رپورٹ بزبانِ انگریزی اُنہوں نے تحریر کی تھی۔[۸۰]

---

[۷۹] اِسلامیہ کالج میگزین فروری، مارچ ۱۹۰۸ء، ص ۴، ۵

[۸۰] اِسلامیہ کالج میگزین، فروری، مارچ ۱۹۰۸ء، ص ۴ - ۶

تصانیف

۱۔ قوانینِ قُدرت

یہ رسالہ مولوی حاکم علی کی ایک تقریر کی کتابی شکل ہے جو انہوں نے ۱۹۱۶ء/۱۳۳۵ھ میں انجمن نعمانیہ[۸۱] لاہور کے اُنتیسویں (۲۹) سالانہ جلسے میں کی۔ نیز اس میں قرآن و حدیث اَور مختلف مذہبی کتب کے حوالوں سے مدد لے کر جدید سائنس پر قوانینِ قدرت کی فضیلت ثابت کی ہے، کیونکہ اُس زمانے میں یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا تھا کہ "سائنسی ترقی کے اِس دَور میں مذہب کا نام لینا ہی قدامت پسندی اَور رجعت پسندی ہے"[۸۲] اَور اس کتاب کے آخر میں اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ سائنس مانع نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہوں اَور اَب تک آسمان پر زندہ ہوں[۸۳]۔" ۶۰ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ فیضِ عام پریس لاہور میں طبع ہُوا اَور چار آنے قیمت تھی۔ کتب خانہ اِسلامیہ کالج سول لائنز میں موجُود ہے۔

انجمن نعمانیہ:-

[۸۱] یہ انجمن خالص مذہبی تعلیم کے لئے ۱۸۸۷ء (۱۳۰۵ھ) میں وجُود میں آئی۔ اِس کے بانیوں میں مولوی خلیفہ تاج الدین، علاّمہ حکیم سیلم اللہ، حافظ عُمرالدین، ڈپٹی غلام حُسین، مولوی محرّم علی چشتی، منشی سراج الدین تھے۔ یہ انجمن اپنی درس گاہ واقعہ بازار حکیماں کے لئے بہترین اَور راسخ العقیدہ حنفی اساتذہ کا اِنتظام کرتی تھی۔ اِس انجمن کا ایک بہترین اَور ذخیرہ کتب خانہ ہے جو اَب غیر مرتّب ہے۔

("نقوش" لاہور۔ شمارہ ۹۲۔ "لاہور نمبر"۔ فروری ۱۹۶۲ء ص ۵۳۸)

[۸۲] "پاکستان کا پس منظر اَور پیش منظر" اَز میاں عبدالرشید مطبُوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۲۹۔

[۸۳] انجمن نعمانیہ لاہور کا ماہواری رسالہ نومبر، دسمبر ۱۹۱۸ء، ص ۸۳

۷۸۶

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

سنہ ۱۳۳۵ھ

قوانینِ قدرت

جناب مولانا مولوی صوفی حاکم علی صاحب بی اے
حنفی مجددی وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

کی

تقریر

جو انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے اُنتیسویں (۲۹) سالانہ جلسہ میں پڑھی گئی

حسب فرمائش اکابرانِ اسلام
انجمن مذکور کیطرف سے

فیض عام پریس لاہور میں طبع ہوئی

سرورق رسالہ قوانین قدرت مصنفہ پروفیسر مولوی حاکم علی مطبوعہ لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

تقریر جناب مولینا مولوی حاکم علی صاحب بی۔اے حنفی مجددی

بعنوان

قوانینِ قدرت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ **اَمَّا بَعْدُ**
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَیُّھَا الْحُنَفَآءُ اَعْنِیْ یَا اَیُّھَا النُّعْمَانِیُّوْنَ اَعْنِیْ یَا اَیُّھَا الْمِیْرُ لِلْمَجْلِسِ وَیَا اَیُّھَا الْحَاضِرُوْنَ السَّامِعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ اَھْلَ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ ثُمَّ اَمَّا بَعْدُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَنَا عَلٰی لِسَانِ حَبِیْبِہٖ فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ وَنُسَلِّمُوْا عَلَیْہِ تَسْلِیْمًا۔ بعد حمد رب العالمین و ہدیہ صلوٰۃ و سلام بر رسول خدا و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ السّلام علیکم اے معشر حنفیان یعنے اے نعمانیان یعنے جناب میر مجلس و حاضرین سامعین بشرطیکہ آپ اہل سنت و جماعت ہیں۔ پھر بعد ازیں روشن ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کی زبانی اپنے کلام مجید میں ہم کو حکم فرمایا ہے کہ ہم نبی کریم پر درُود کہیں اور سلام کہیں جیسا کہ سلام کہنے کا حق ہے۔ پیشتر اس کے ہم اس فرض کا امتثال کریں یہ لازمی ہے کہ طریقہ صلوٰۃ و سلام کہنے کا بیان کر دیا جاے۔ ایک درود شریف وہ ہے جو ہمارا اور غیر مقلدوں اور شیعوں کا سانجھا ہے۔ یعنے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دوسرا درُود شریف وہ ہے جو ہمارا اور غیر مقلدوں کا سانجھا ہے اور شیعہ اس سے خارج ہیں

رسالہ "قوانینِ قدرت" کا پہلا صفحہ

یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ۔ تیسرا وہ درود شریف ہے جو خاص ہم اہل سنت وجماعتِ خالص کا ہے۔ اور اس سے شیعہ اور غیر مقلد خارج ہیں۔ یعنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ یہہ درود شریف بالکل مطابق ہے کلام آلہی کے کہ فرمایا ہے صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنی درود پڑھو انپر اور سلام عرض کرو انکو ایسا کہ سلام کہنے کا حق ہے۔ سلام کہنے کے حق میں یہہ بھی لازمی ہے کہ کھڑے ہوکر سلام کہا جاوے + یہہ موقعہ اسی درود شریف کا ہے اور پورے حقوق کے ساتھ + لہذا آؤ کہ یہ درود شریف سب ملکر میرے ساتھ کھڑے ہوکر تین بار پڑھیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ (تین بار)

بزرگو۔ بھائیو۔ برخوردارو۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ مکتوبات شریف کے دفتر دوم کے مکتوب شریف شصت وہفتم (۶۷) میں خان خانان کو تحریر فرماتے ہیں :۔ "سعادت ونجابت آثارا آدمی را از تصحیحِ اعتقاد بموجب آرائے فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کہ سوادِ اعظم وجم غفیر اند چارہ نبود تا فلاح ونجاتِ اُخروی متصور شود وخُبثِ اعتقاد کہ مخالفِ معتقداتِ اہلِ سنت وجماعت ست سمِّ قاتل ست کہ بموتِ ابدی وعذابِ سرمدی برساند مداہنت ومساہلت درعمل امیدِ مغفرت دارد اما مداہنت اعتقادی گنجائشِ مغفرت ندارد۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ معتقداتِ اہلِ سنت وجماعت را بلسانِ ایجاز واختصار ایراد مے نماید بہ مقتضائے آں تصحیحِ اعتقاد باید نمود واز حضرتِ حق سبحانہ وتعالےٰ استقامت بریں دولت بتضرع وزاری مسألت باید نمود۔

بدانند کہ اللہ تعالےٰ بذاتِ قدیم خود موجود است وسائر اشیاء بایجادِ او سبحانہ موجود گشتہ اند وبہ تخلیقِ او از عدم بوجود آمدہ پس او تعالےٰ

قدیم وازلی باشد واشیاء ہمہ حادث ونو پدید باشند وہر کہ قدیم وازلی ست باقی وابدی ست وہر چہ حادث ونو آمدہ است فانی ومستہلک ست یعنے در شرفِ زوال ست .... واو تعالےٰ از صفات ولوازمِ جواہر واجسام واعراض منزہ است وزمان ومکان وجہت را در حضرتِ او تعالےٰ گنجائش نیست اینہا ہمہ مخلوقِ وے اند۔ ..."

صاحبان معدوم شدنی اشیاء یعنی معدوم شدنی مادہ ایک امر ہے جو میرے آج کے بیان کا مدعا ہے۔ اس امر کے لئے مینے اپنے بیان کا مضمون قوانین قدرت قرار دیا ہے پہلے میں قوانین قدرت کی نسبت انگریزی کتابوں سے استنباط کرتا ہوں اور اُنہی مسائل کے بموجب جنکا نام قوانین قدرت (نیچرل لاز) رکھا گیا ہوا ہے یہ ثابت کرتا ہوں کہ مادہ معدوم ہو سکتا ہے۔ زاں بعد سنت اللہ کی نسبت قرآنِ مجید سے استنباط کرتا ہوں اور یہہ ثابت کرتا ہوں کہ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام زندہ اُٹھائے گئے تھے۔ زندہ ہیں اور ایک وقت آئیگا کہ فرشتوں کے بازوں پر ہاتھ دھرے ہوئے دمشق کے منارہ بیضاء پر نزول فرمائیں گے +

ترجمہ[عـ۱]

اصولہائے سائنس مصنفۂ و۔ س۔ جیونز۔ مطبوعۂ ۱۹۰۷ء

صفحہ ۳۷

قوانینِ قدرت یکسانیتیں ہیں۔ جو خاص مادی کارکنان کے عمل میں موجود مشاہدہ کی گئی ہیں۔ مگر از روئے منطق۔ یہہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ باقی تمام کارکنان ضرور ایسا ہی سلوک کریں گے جیسا کہ یہہ کرتے ہیں + یہ معلوم ہوتا ہے کہ علمِ طبعی کی خاص شاخوں کا حد سے بڑھکر تنہا یا نہ مطالعہ کرنا ایک حد و د سے بڑھی ہوئی اور ملحدانہ طبیعت پیدا کر دیتا ہے + اُس کامیابی سے وجد میں آکر۔ جس سے امور کے تھوڑے سے گروہ قوانین کی ظاہری حکمرانی کے تحت میں لائے جاتے ہیں۔

عـ۱ اصل انگریزی عبارتیں اس تقریر کے آخر میں منضم ہیں۔ مدیر رسالہ

observed to hold true, and the probability thence calculated, that it will hold true in the next case. Now, as we found (p. 259), no finite number of instances can warrant us in expecting with certainty that the next instance will be of like nature; in the formulas yielded by the inverse method of probabilities a unit always appears to represent the probability that our inference will be mistaken. I demur to the assumption that there is any necessary truth even in such fundamental laws of nature as the Indestructability of Matter, the conservation of Energy, or the Laws of Motion. Certain it is that men of science have recognized the conceivability of other laws, and even investigated their mathematical consequences. Airy investigated the mathematical conditions of a perpetual motion (p. 223), and Laplase and Newton discussed imaginary laws of forces inconsistent with those observed to operate in the Universe (pp. 642, 706).

The laws of nature, as I venture to regard them, are simply general propositions concerning the corelation of properties which have been observed to hold true of bodies hitherto observed. On the assumption that our experience is of adequate extent, and that no arbitrary interference takes place, we are then able to assign the probabilty, always less than certainty, that the next object of the same apparent nature will conform to the same laws.

Page 742.

Hierarchy of Natural Laws.

A further consideration presents itself. A natural law like that of gravity expresses a certain uniformity in the action of agents submitted to it, and this produces, as we have seen, certain geometrical restrictions upon the effects which those agents may produce. But there are other forces and laws besides gravity. One force may override another, and two laws may each be obeyed and may each disguise the action of the other. In the intimate constitution of matter there may be hidden springs which, while acting in accordance with their own fixed laws, may lead to sudden and unexpected changes. So at least it has been found from time to time in the past, and so there is every reason to believe it will be found in the future. To the ancients it seemed incredible that one lifeless stone could make another leap towards it. A piece of iron while it obeys the magnetic force of the loadstone does not the less obey the law of gravity. A plant gravitates downwards as regards every constituent cell or fibre, and yet it persists in growing upwards. Life is altogether an exception to the simpler phenomena of mineral substances, not in the sense of disproving those laws, but in superadding forces of new and inexplicable character. Doubtless no

Page 743.

law of chemistry is broken by the action of the nervous cells, and no law of physics by the pulses of nervous fibres, but something

THE PRINCIPLES OF SCIENCE

BY

W. S. JEVONS. 1907.

Page 737.

Laws of nature are uniformities observed to exist in the action of certain material agents, but it is logically impossible to show that all other agents must behave as these do. The too exclusive study of particular branches of physical scienee seems to generate an over-confident and dogmatic spirit. Rejoicing in the success with which a few groups of facts are brought beneath the apparent sway of laws, the investigator hastily assumes that he is close upon the ultimate springs of being. A particle of gelatinous matter is found to obey the ordinary laws of chemistry; yet it moves and lives. The world is therefore asked to believe that chemistry can resolve the mysteries of existence.

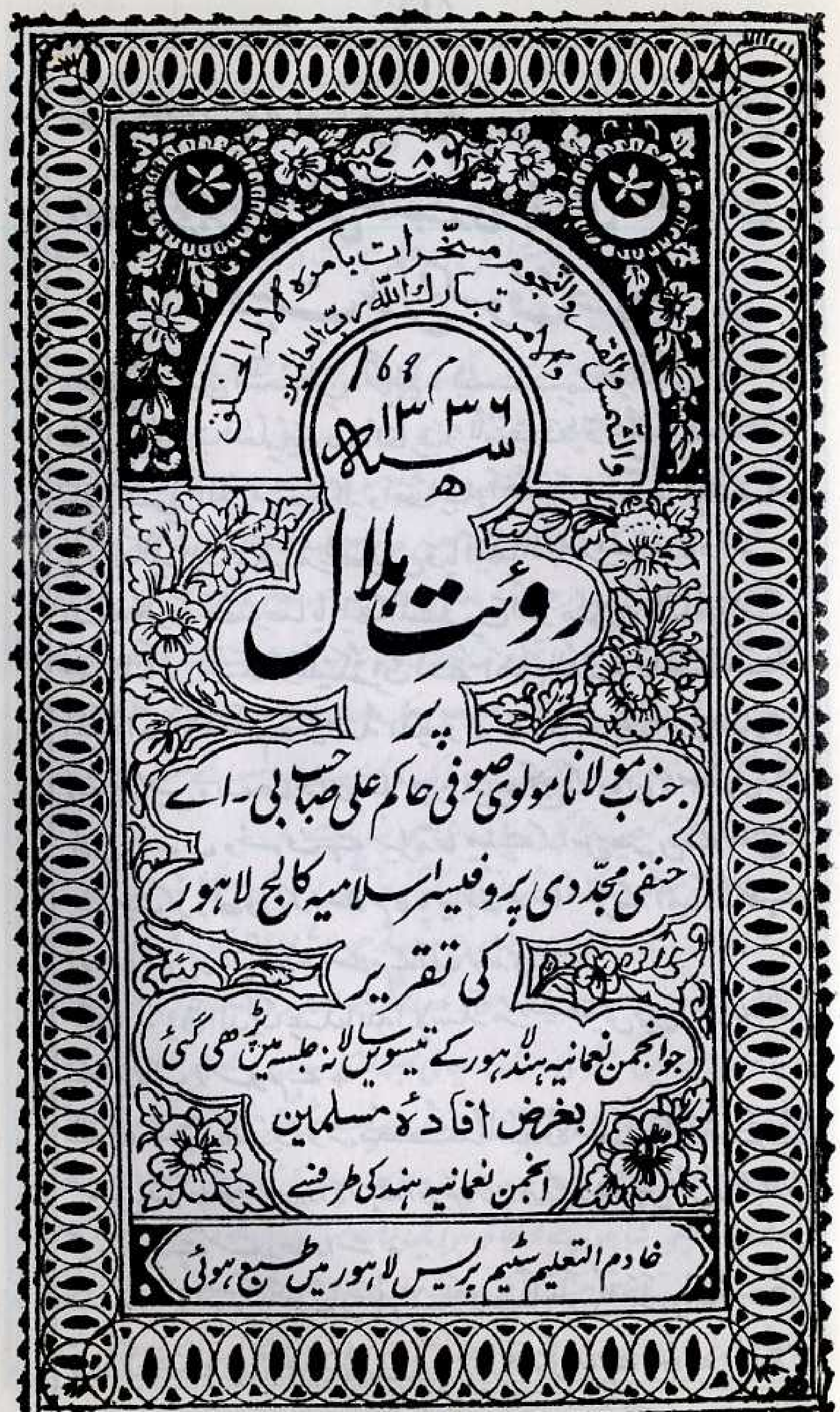
The meaning of Natural law.

Pindar speaks of Law as the Ruler of the Mortals and the Immortals, and it seems to be commonly supposed that the so-called Laws of Nature, in like manner, rule the man and his Creator. The course of nature is regarded as being determined by invariable principles of mechanics which have acted since the world began and will act for evermore. Even if the origin of all things is attributed to an intelligent creative mind, that Being is regarded as having yielded up arbitrary power, and as being subject like a human legislator to the laws which he has himself enacted. Such notions I should describe as superficial and erroneous, being derived, as I think, from false views of the nature of scientific inference, and the degree of the certainty of the knowledge which we acquire by inductive investigation.

A law of nature, as I regard the meaning of the expression, is not a uniformity which must be obeyed by all objects, but merely a uniformity which is as a matter of fact obeyed by those objects which have come beneath our observation. There is nothing whatever incompatible with logic in the discovery of objects which shall prove exceptions to any law of nature. Perhaps the best established law is that which asserts an invariable relation to exist between gravity and inertia, so that all gravitating bodies are found to possess inertia, and all

Page 738.

bodies possessing inertia are found to gravitate. But it would be no reproach to our scientific method if something were ultimately discovered to possess gravity without inertia. Strictly defined and correctly interpretted, the law itself would acknowledge the possibility; for with the statement of every law we ought properly to join an estimate of the number of instances in which it has been



والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین

۱۹۱۷ء

سنہ ۱۳۳۶ھ

رؤیتِ ہلال

پر

جناب مولانا مولوی صوفی حاکم علی صاحب بی۔اے

حنفی مجدّدی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

کی تقریر

جو انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے تیسویں سالانہ جلسہ میں پڑھی گئی

بغرض افادۂ مسلمین

انجمن نعمانیہ ہند کی طرف سے

خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی

سرورق: رسالہ "رؤیتِ ہلال" مصنّفہ پروفیسر مولوی حاکم علی مطبوعہ لاہور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء

۲۔ رؤیتِ ہلال کسوف وخسوف

یہ کتابچہ انجمن نعمانیہ لاہور کے تیسویں سالانہ جلسے منعقدہ اگست ۱۹۱۷ء (۱۳۳۶ھ) میں پڑھی جانے والی تقریر کی کتابی شکل ہے۔ اس میں اُنھوں نے رؤیتِ ہلال، سُورج گہن اَور چاند گہن کا مفصّل ذِکر کیا ہے۔ قرآن مجید، احادیث شریف، مکتوباتِ امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی اَور دیگر مذہبی کتب کے حوالوں سے مذہب کی سائنس پر فوقیّت واضح کی ہے۔ اس میں سُورج اَور چاند کی ماہوار اَور سالانہ حرکت کو ہندسی اشکال اَور ریاضی کے فارمُولوں سے سمجھانے کی سعی کی ہے۔ آئے دن عیدین کے موقع پر بوجہ اختلاف رؤیتِ ہلال جو دِقّت ہوجایا کرتی ہے اُس کے حل میں اس سے مدد لی جاسکتی ہے کیونکہ اس رسالے میں اُنھوں نے جدید علمِ ہیئت کو استعمال کیا ہے۔ ۶۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور سے طبع ہوا۔ اس کی قیمت چار آنے تھی۔ کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز میں محفوظ ہے۔

تقریر عالیجناب مولانا مولوی حاکم علی صاحب بی۔ اے پروفیسر پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور حنفی نقشبندی مجددی بعنوان

رویتِ ہلال و کسوف و خسوف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط **اَمَّا بَعْدُ**
یَا اَیُّھَا الْمِیْرُ الْمُکَرَّمُ لِلْمَجْلِسِ وَیَا اَیُّھَا النَّاسُ الْحَاضِرُوْنَ
السَّامِعُوْنَ خُصُوْصًا یَا اَیُّھَا الْمُسْلِمُوْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ النَّاجُوْنَ
مِنَ النَّارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اِنْ کُنْتُمْ اَھْلَ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ
السَّوَادَ الْاَعْظَمَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ط بعد حمد و صلوٰۃ۔

اے میر مجلس و اے صاحبان سامعین میرے آج کے بیان کا مضمون رویتِ ہلال و کسوف و خسوف ہے میرا مدعا یہہ ہے کہ اس مضمون کے تعلق سے یہ ثابت کر دکھاؤں کہ اسلام کا پایہ بمقابلہ سائنس کے ایک آقا کا ہے اور سائنس کا پایہ بلحاظ اسلام کے ایک لونڈی کا +

پ ۳ ع ۱۰- اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ع ترجمہ تحقیق دین اللہ تعالےٰ کے نزدیک اسلام ہے +

پ ۳ ع ۱۳- اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ہ تحقیق اللہ تعالےٰ میرا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے بس اُس کی عبادت کرو۔ یہہ ہے سیدھا راستہ +

پ ۳ ع ۱۷- وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے

رسالہ "رؤیتِ ہلال" کا پہلا صفحہ

کوئی دین بس ہرگز نہ قبول کیا جاویگا اوس سے۔ اور وہ بیچ آخرت کے ٹوٹا پانے والوں سے ہے +

پیشتر اس کے کہ ان مضامین پر اسلامی نقطۂ لحاظ سے بحث کی جاوے۔ ہم پسند کرتے ہیں کہ ایسٹرانومی (علم ہیئت و نجوم) سے چاند کی نسبت عام عبارتیں درج کریں +

ذیل کی عبارات مزید مسٹر ینگ کی عام ایسٹرانومی مطبوعہ ۱۹۰۴ء سے درج کی گئی ہیں :-

صفحہ ۱۵۵- چاند- دفعہ ۲۲۶- زمین بعد ہم جائے ہاے شش جہتی میں کے اپنے نزدیک ترین ہمسایہ یعنی چاند پر غور کرنے کی طرف گذر کرتے ہیں- جو کہ زمین کا ایک ملازم حاضر باش ہے- اور سورج کے گرد کی ہماری سالانہ گردش میں ہمارے ساتھ رہتا ہے- وہ زمین سے بہت چھوٹا ہے- اور بہت سے اور آسمانی اجرام کے مقابلہ میں ایک بہت ناچیز معاملہ ہے- مگر اس کا نزدیک ہونا اس کو انہیں سے ہر ایک کی نسبت- ماسوائے سورج کے- ہمارے لئے کہیں بڑھکر زیادہ تر اہم بناتا ہے +

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسٹرانومی کے آغاز خود اس کی حرکات اور اُن مختلف مشاہدات کے مطالعہ میں شروع ہوئے جن مشاہدات کا باعث یہہ ہے- مثلاً کسوف و خسوف اور جوار بھاٹھہ + اور زمانۂ حال کی نظری ایسٹرانومی کے بڑھنے میں- قمری مسئلۂ خیالی بوجہ اُن مسئلوں کے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں- ایجاد اور اظہار کا شاید سب سے بڑھکر سرسبز کھیت واقعہ ہوا ہے +

صفحہ ۱۵۵ ختم ہوا- دفعہ ۲۲۸- چاند کی ظاہری حرکت + سرسری مشاہدہ بھی شاہد ہے کہ چاند ہر ایک رات ستاروں کے مابین- اپنا دورہ از ستارہ تا ہماں ستارہ قریباً ۲۷ ½ دنوں میں مکمل کرتے ہوئے مشرق کو حرکت کرتا ہے + دوسرے الفاظ میں- وہ زمین کے گرد اس مدت میں

نوٹ۔ حرکت کرتا ہے۔ شمال اور جنوب کیطرف باری باری سے (دفعہ ۲۳۴)

رسالہ "رؤیتِ ہلال" کا صفحہ ۲

نے اپنی نمازیں اتوار کی روز پڑھنی ہوتیں اگر۔ باوجود اس کے کہ
جمعہ کی شام کو ہلال کے دکھائی دینے کی اغلبیت چھ گھنٹہ
کی تھی۔ ہلال انپر اتنا ڈھانپا گیا ہوتا کہ یہ لاہور سے ایسے
فاصلوں پر کے اشخاص کو بھی نہ دکھائی دیتا جو لاہور میں آسکتے
یہ شخصی گواہی دینے کے لئے کہ ہم نے جمعہ کی مابعد شام میں
ہلال دیکھا ہے + اور یہ حال واقعی واقعہ ہوا۔ لاہور میں ہلال
جمعہ کی شام کو دکھائی نہ دیا اور لہذا تمام نے اپنی نمازیں اتوار
کے روز پڑھیں +

آؤ اب ہم ایک فرضی واقعہ پر غور کریں اور فرض کرو کہ یہ متذکرۂ
بالا واقعی واقعہ کا عکس ہے +

فرض کرو کہ ایک جمعہ کے دن لنڈن میں شام کے وقت ہلال
ٹھیک فقط محض قابلِ دید ہے یعنے لنڈن کی شام کے وقت چاند
سورج سے ۱۴ درجہ مشرق میں ہے۔ جمعہ کی شام کو ½۱۷۲
درجہ مشرقی طول بلد میں اور لاہور میں ہلال قطعی طور پر نا قابلِ
دید رہا ہے کیونکہ ½۱۷۲ درجہ مشرقی طول بلد میں اور
لاہور میں ان کے جمعوں کی شاموں میں یہ (چاند) سورج
سے ۱۴ درجہ سے کم مشرق کو تھا +

اگر لنڈن کے گذشتہ از مذہب ارواح ٹھیک بوقت رویت ہذا
لاہور اور ½۱۷۲ درجہ مشرقی طول بلد کے گذشتہ از مذہب
لوگوں کو رویت ہذا کی تار خبریں دیدیں تو ہر سہ گذشتہ از

مذہب لوگ اپنی اپنی عید الفطر کی نمازیں اپنے اپنے ہفتہ کے
دنوں میں پڑھیں گے۔ اگرچہ لاہور اور ½۱۷۲ درجہ
طول بلد کے لوگ اپنی اپنی عید الفطر کی نمازیں اپنے اپنے
اتواروں کے دنوں میں بھی پڑھنے کے مجاز نہ ہوں۔
کیونکہ یہہ ممکن ہے کہ ان کے اپنے اپنے اتوار رمضان کی
ان کی اپنی اپنی ۳۰ ویں تاریخیں ہوں۔ جب کہ ان کے اپنے
اپنے ہفتہ کے دنوں میں ہلال اون پر ڈھانپا گیا ہو +

ایسے گذشتہ از مذہب طبیعتوں والے لوگوں کو چاہیئے
کہ یہہ بات سمجھ لیں کہ اسلام ایک صاف صاف اور سادہ سادہ
دین ہے + اس کے اصول سادہ ہیں اور عمل کرنے کے لئے
آسان + لہذا لازمی ہے کہ ان آسان اصولوں کو۔
انپر عمل کرنے کے لئے مشکل بنانے کی کوئی کوششیں نہ
کی جائیں + مزید بریں یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ان اصولوں
پر۔ جیسا کہ یہہ ہیں۔ عمل کرنا زیادہ تر سستا ہے بہ نسبت
اس کے کہ ان کو کسی طرح سے مشکل بنا لیا جاوے +

""روزے رکھنا شروع کرو ہلال کی رویت پر اور روزے
رکھنے بند کرو اسکی رویت پر۔ اور اگر یہہ ڈھانپا جائے اوپر
تمہارے۔ تب پورے کرو تیس"" عمل کرنے کے لئے ایک بہت

۳۔ موجودہ زمانے کے حالات عُرف ساڈیاں امالادی شامت

یہ ایک پنجابی منظوم قصہ ہے۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس قصہ میں اُنہوں نے اِنسان کے اعمال کو اس کے زوال و پستی کا سبب قرار دیا ہے۔ پنجاب یُونیورسٹی لائبریری موجود ہے۔ اس کا بک نمبر ۴۹۱۱ عربی ۸۹۱ ح ۱۹ام ہے۔

۴۔ KEY TO ELEMENTARY STATICS (حل)

جس زمانہ میں آپ مِشن کالج (الیف۔ سی کالج) میں ریاضی کے اُستاد تھے۔ آپ نے ریاضی کی نصابی کتاب DYNAMICS AND STATICS از پروفیسر W.N. Boutflower ———— کا مفصّل خلاصہ تحریر کیا۔ اس خلاصہ کو شائع کرنے کے لئے تحریری اجازت حاصل کرنے کی غرض سے اُنہوں نے انگلستان میں مقیم مصنّف کو خط لکھّا۔ ۱۶ نومبر ۱۸۹۳ء کو مصنّف نے کیمبرج سے ان کو اجازت دے دی تو جنوری ۱۸۹۴ء میں یہ ۵۸ اصفحات پر مشتمل خلاصہ بنام ————

KEY TO ELEMENTARY STATICS ,

اُردو سائنس پریس لاہور سے شائع ہو کر بہت معروف ہوا۔ کتب خانہ اِسلامیہ کالج سِول لائنز میں موجود ہے۔

آسان اصول ہے +

بریں نمط ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام جو رویت ہلال۔ کسوف و خسوف اور تموزِ آفتابی سال کے قمری سال کے ساتھ نسبت کے بارے میں بھی بحیثیت آقاے سائنس قائم ہے ایک ایسا مذہب ہے کہ تمام جہان کے اختیار کرنے کے لائق ہے + تب قومِ انسان اور قوم جنّ میں سے ہر ایک فرد کو چاہیئے کہ بُلند پڑھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ + وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَی الْاَنْبِیَاۗءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلٰۗئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ

وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ وَ

عَلٰٓی اَھْلِ طَاعَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ +

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ +

مولوی حاکم علی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور پنجاب

اگست سنہ ۱۹۱۷ء

رسالہ "رویتِ ہلال" کا آخری صفحہ

PREFACE TO FIRST EDITION

The following Book of Solutions has been written with a view to assisting those undergra du ates who study Professor W. N. Boutflower's Statics for the B. A. degree.

The book has been prepared and printed in hurry. I hope the critics will be liberal with it.

My thanks are specially due to the author of the Treatise for his kind note to Rev: Dr. J.C .R. Ewing, given below.

HAKIM ALI.

MISSION COLLEGE LAHORE,
January 1894.

Dear Sir,

I have no objection to the publication by M. Hakim Ali of his Solutions of the problems in my book on Dynamics and Statics.

Yours faithfully,
(Sd.) W. N. BOUTFLOWER.

Camp,
Orai,
Nov : 16th. *(1893).*

Preface (صفحہ دیباچہ) برائے "Key to Elementary Statics" از پروفیسر مولوی حاکم علی مطبوعہ لاہور ۱۸۹۴ء
"Dynamics and Statics" کے مصنف پروفیسر W.N. Boutflower کا اجازت نامہ محررہ ۱۶ نومبر ۱۸۹۳ء

(64)

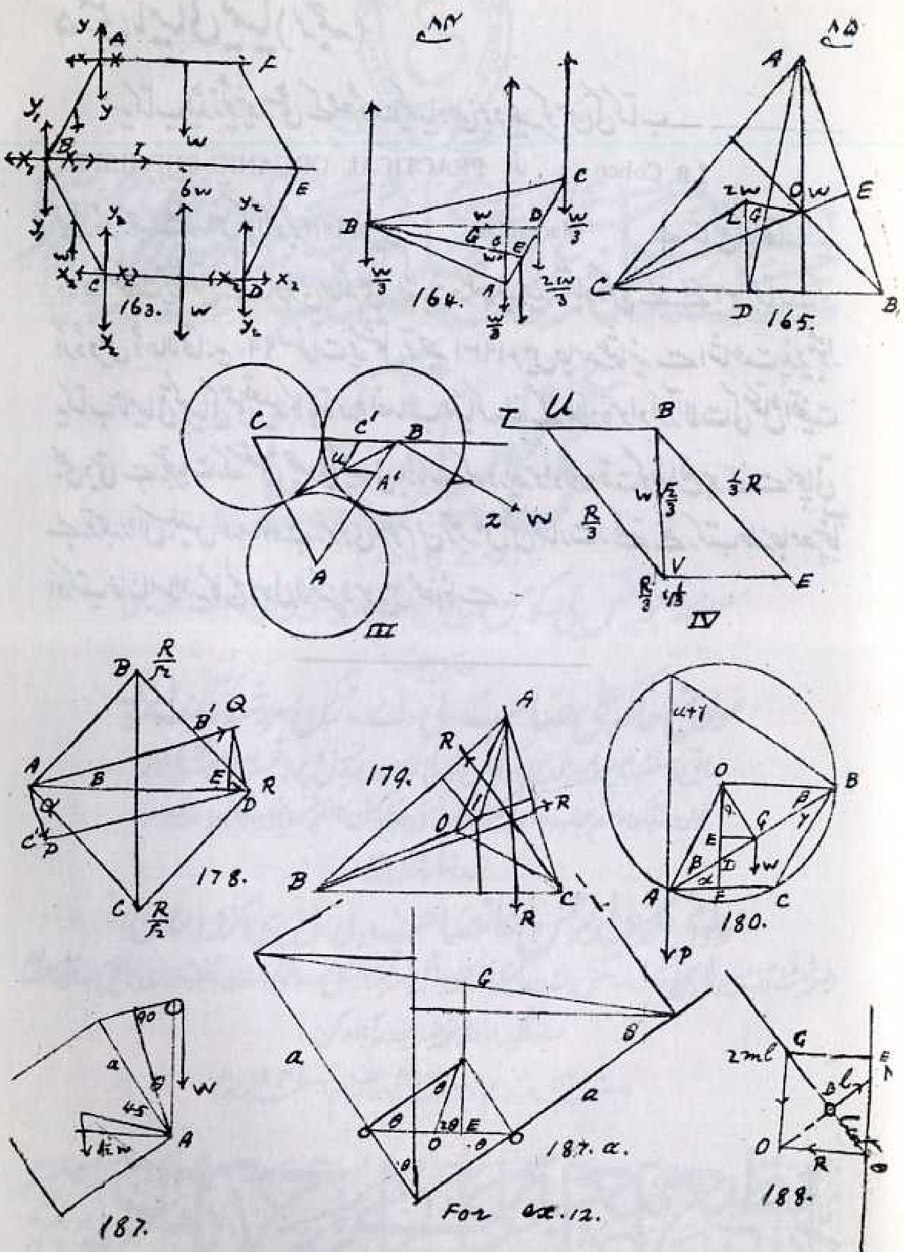
CHAPTER. X.

Equilibrium of Rigid bodies under the action of any forces.

1. Think of the desk-box door. The least inclination of the plane of the gate to the horizon is a *i.e.* the least value of B is a. Resolve the weight of the gate acting at its centre of gravity, at right angles to the plane and along the plane. The former is W cos B. The moment of the weight is the same as the moment of the component at right angles to the plane of the gate. The distance of the C.G. of the gate from the line between the hinges is constant. Let it be equal to l. ∴ the moment of the weight is $=$ W cos B l. The moment of the opposing force is therefore W l cos B. ∴ moment$=$W l cos B. The gratest value of cos B$=$cos a. ∴ the greatest moment$=$W l cos a. When the door is shut the inclination of the plane$=a$ and when it is gradually opened it changes from a to B which lies between a and ∧. ∴ the moment changes from W l cos a to W l cos B. Or the variable changes from cos a to cos .

2. Fig. 164. Resolve W at G into parallel forces acting at A, B, C in opposition to the direction of the strings. The components are each $\frac{1}{3}$ W. Let W be such that T the greatest possible tension of string$=\frac{1}{3}$ W. Let W^1 at O be resolved into similar forces. The components at B, E are $\frac{OE}{BE}W^1, \frac{BO}{BE}W^1$. Resolve $\frac{BO}{E}W^1$ again. The components at at A, C are $\frac{EC}{AC} \times \frac{BO}{BE}W^1, \frac{AE}{AU} \times \frac{BO}{BE}W^1$. Now $\frac{OE}{BE}W^1$, $\frac{EC.}{AC}$ $\frac{BO}{BE}W^1, \frac{AE}{AC} \cdot \frac{BO}{BE}W^1$ are not equal to one another unless O coinside with G. ∴ at least one of them is$>$than $\frac{1}{3}$ W^1 as all of them $=W^1$. Let this component$=\frac{1}{3}W^1 \times K$. And

"Key to Elementary Statics" کا صفحہ ۶۴



۸۴-۸۵ مولوی حاکم علی مرحوم کے ہینڈ رائٹنگ میں سوال نمبر۱۶۴ اور سوال نمبر۱۶۵ کے حل کا عکس

let W^1 be such that $\frac{1}{3} W^1 \times K = T = \frac{1}{3} W$. K being greater than unity. $\therefore$ the greatest weight to be placed at O is W^1. $\frac{1}{3} W^1 \times K = \frac{1}{3} W$. $W = W^1 \times K$. $W > W^1$.

3. *Fig.* 165. $\frac{AE}{CE} = \cot A$. $\frac{EB}{CE} = \cot B$. $\therefore \frac{AE}{EB} = \frac{\cot A}{\cot B}$. $\therefore \frac{AE}{AB} = \frac{\cot A}{\cot A + \cot B}$. $\therefore AE = AB. \frac{\cot A}{\cot A + \cot B}$. $AO = \frac{AE}{\sin B} = \frac{AB}{\sin B} . \frac{\cot A}{\cot A + \cot B} = \frac{AB}{\sin B} \times \cot A \div \frac{\sin B \cos A + \cos B \sin A}{\sin A \sin B} = \frac{AB}{1} . \frac{\cot A \sin A}{\sin (B+A)} = AB. \frac{\cot A \sin A}{\sin C}$. Again $DL = \frac{1}{2} CB \cot A$. $\therefore \frac{AO}{LD} = 2. \frac{AB}{CB} \times \frac{\cot A \sin A}{\sin C} \div \cot A = 2. \frac{AB}{CB} . \frac{\sin A}{\sin C} = 2. \frac{\sin C}{\sin A} . \frac{\sin A}{\sin C} = 2$. $\therefore \frac{AO}{LD} = \frac{2}{1}$. Hence $\frac{AG}{GD} = \frac{AO}{LD} = \frac{2}{1}$. $\therefore$ G is the C.G of the triangle. Also $\frac{OG}{GL} = \frac{AO}{LD} = \frac{2}{1}$. $\therefore$ G is the C.G. of W, 2 W at O, L. $\therefore$ 3 W acts at G; the resolved components of 3 W at A, B, C are each $\frac{1}{3} \times 3W = W$ in the vertical direction. Therefore the pressures on the legs are each W are equal to one another.

4. *Fig.* 166. The C.G. of W_2, W_3 must be at E, and that of W_1, W_2 at F. $\therefore \frac{W_2}{W_3} = \frac{CE}{EB} = \frac{\sin COE}{\sin BOE}$. Again $\frac{W_1}{W_2} = \frac{CF}{AF} = \frac{\sin FOC}{\sin (AOF \text{ or } EOB)}$. $\therefore W_1 : W_2 : W_3$ :: sin FOC : sin COE : sin BOE. : : sin COB: sin AOC : sin AOB. Now

۵۔ عملی نامیاتی کیمیا (ترجمہ)

یہ کتاب لیڈز یونیورسٹی کے معروف کیمیادان پروفیسر کوہن کی کتاب ——— PRACTICAL ORGANIC CHEMISTRY از J.B. Cohen کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کو اکتوبر ۱۹۲۴ء میں Macmillan نے شائع کیا تھا۔ یہ ۵۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی حاکم علی نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے لئے اِس کتاب کو اُردو میں ڈھالا تھا۔ یہ ۶۹۰ صفحات پر مشتمل ترجمہ ۱۹۳۱ء میں جامعہ عثمانیہ سے اشاعت پذیر ہوا۔ یہ کتاب نامیاتی کیمیا کی عملی تعلیم کا باقاعدہ نصاب مہیّا کرنے کے علاوہ مواد اور آلات کی مکمّل واقفیت بھی دیتی ہے تجربات کے متعلق چھوٹی چھوٹی ہدایات کے ذریعہ مواد اور وقت کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے۔ ترجمہ رواں سلیس اور سادہ ہے۔ مولوی مرحوم فنِ ترجمہ میں مکمّل مہارت رکھتے تھے۔ کتب خانہ جامعہ پنجاب اور کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں محفوظ ہے۔

سِلسلۂ نصابِ عُلوم جامعۂ عثمانیہ

عملی نامیاتی کیمیا

(برائے بی۔اے)

مصنفہ جولیئس بی۔کوہن۔پی۔ایچ۔ڈی+بی۔ایس سی+ایف۔آر۔سی

مترجمہ

مولوی حاکم علی صاحب۔بی۔اے۔رُکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ

سابق اسسٹنٹ پروفیسر فورمن کرسچین کالج لاہور۔پرنسپل و پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

فیلو وسنڈیکٹ جامعۂ پنجاب+ممبر ٹیکسٹ بک کمیٹی وایجوکیشن کانفرنس پنجاب وغیرہ وغیرہ۔

بعد نظر ثانی از

مولوی محمد عبدالرحمن خانصاحب۔بی۔ایس سی آنرز (لندن)

ایسوشیئٹ آف دی رائل کالج آف سائنس (لندن) فیلو آف دی رائل اسٹرونامیکل سوسائٹی (لندن) فیلو آف دی فزیکل سوسائٹی (لندن)

صدر کلیہ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

سنہ ۱۳۵۰ھ م سنہ ۱۳۴۰ف م سنہ ۱۹۳۱ء

از دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

سرورق: کتاب "عملی نامیاتی کیمیا" مترجمہ پروفیسر مولوی حاکم علی مطبوعہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۳۱ء، اشاعت دوم

ترجمۂ دیباچہ طبع اوّل (انگریزی)

از

جے۔ بی۔ کوہن

اشاعت ۱۸۹۵ء کو وسعت دے کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ اور یہ کلیتۂ از سرِ نو لکھی گئی ہے۔ تمام تیاریوں کی نظر ثانی احتیاط سے کی گئی ہے۔ سابقہ تیاریوں میں سے بہت سی متروک کردی گئی ہیں اور بہت سی نئی تیاریاں شامل کردی گئی ہیں۔ اہم اضافے جو کیے گئے ہیں یہ ہیں: نامیاتی تشریح (Analysis) اور تخمین وزنِ سالمہ کے متعلق تمہیدی فصلیں لکھ دی گئی ہیں اور ضمیمہ زیادہ وسیع کردیا گیا ہے۔

اِس کتاب کا مدعا یہ نہیں ہے کہ دار التجربہ میں یہ ایک کامل رہنما کا کام دے۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ عملی تعلیم کا ایک ایسا باقاعدہ نصاب مہیا کیا جائے جو بہت سے مختلف تعاملات اور عملیات کی مثالیں تو بہم پہنچائے مگر مواد اور آلات پر بہت ہی متوسط درجہ کے اخراجات صرف کرنے پڑیں۔

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ عملوں کو مفصل بیان کردینے سے طالب علم کو تدبیر کار اور ذہانت سے کام لینے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ہے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ نامیاتی کیمیا کے عملی حصہ سے ابتدائی طالب علم بہت ہی غیر مانوس ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اُسے چھوٹی چھوٹی ہدایات بھی دی جائیں تاکہ وقت اور مواد ضائع نہ جائے۔ جب تک کہ وہ کافی عملی ہنرمندی

کتاب "عملی نامیاتی کیمیا" کا پہلا صفحہ

حاصل نہ کریگا تب تک وہ اُس عملی کام کی تکمیل نہیں کرسکتا ہے جو علمی تحقیقات کے لیے لازمی ہے۔ اور بار بار کی ناکامیابیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی قابلیت پر اُس کا اعتبار جاتا رہیگا۔

ممتحنین کی بعض جماعتیں اب تک بھی امتحان کے پُرانے طریقہ کی پابند ہیں۔ اور عملی نامیاتی کیمیا میں طالب علم کی معلومات کا امتحان وہ یوں کرتے ہیں کہ طالب علم سے بعض بے معنی آمیزوں کی کیفی تشریح کرواتے ہیں۔ ایسے ممتحنوں کے تعصبات کو مناسب حد تک مدِ نظر رکھ کر بعض زیادہ تر عام، نامیاتی اشیاء کے لیے خاص امتحانات درج کردیے گئے ہیں۔ ساتھ ہی ضمیمہ کے اختتام پر یہ کوشش کی گئی ہے کہ نامیاتی اشیاء کی تشریح کو وسیع تر اور لہذا معقول تر بنیاد پر باقاعدہ بنایا جائے۔

یہ موقع اس امر کے لیے برمحل معلوم ہوتا ہے کہ ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلائی جائے۔ نامیاتی اشیاء میں سے ایک مشہور و معروف ترین، نہایت جلد مہیا کی جانے والی اور تمام نامیاتی اشیاء میں سے سب سے زیادہ سستی بننے والی شے، بہت سے طالب علموں کو میسر نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس پر بھاری محصول لگا ہوا ہے۔ لہذا میں نامیاتی کیمیا کے معلموں کے نام سے، علومی اور فنونی تعلیم کی طرف سے مجلس مالگزاری داخلی (Board of Inland Revenue) سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ سائینس کی اعلیٰ تعلیم کی درس گاہوں کے لیے خالص الکوہل کی ایک محدود مقدار بلا محصول بہم پہنچائے۔ اور اس طرح سے اس ملک کے مدارسِ کیمیا کو وہی پایہ عطا کرائے جو برِّ اعظم کے مدرسوں کو حاصل ہے۔

اختتام پر میں ڈاکٹر جے۔ میک کرے (Dr. J. McCrae) کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے ایتھل ٹارٹریٹ پر اور قطبیت پیما کے استعمال پر فصل تحریر کی ہے۔ ڈاکٹر ٹی۔ ایس پیٹرسن (Dr. T. S. Patterson) کا بھی شکریہ کہ انھوں نے براہ کرم کتاب کے

کتاب "عملی نامیاتی کیمیا" کا صفحہ ۲

پروفس (Proofs) کا مطالعہ کیا۔ اور مسٹر ایچ ۔ ڈی ۔ ڈیکن (Mr. H. D. Dakin) کا مشکور ہوں کہ انھوں نے نظر ثانی کے عملی کام میں معتد بہ مدد دی ہے۔

جے ۔ بی ۔ کوہن

یارک شائر کالج

اکتوبر، سنہ ۱۹۰۰ء

کتاب "عملی نامیاتی کیمیا" کا صفحہ ۳

علّامہ اِقبال اَور مولوی حاکم علی

۱۹۰۰ء میں علامہ اقبال، مولوی محمّد باقر، مولانا محمّد حسین آزاد، مفتی محمد عبُداللہ ٹونکی اَور مولوی حاکم علی بی اے اندرُون بھاٹی گیٹ میں رہائش پذیر تھے۔ علامہ اقبال نے قیام اندرُون بھاٹی دروازہ میں مختلف مدتوں کے لِئے تین مختلف گھروں میں سکوُنت اِختیار کی۔ جن دنوں حضرت علّامہ، میاں احمد بخش کے مکان میں مقیم تھے اُن دنوں مولوی حاکم علی لالہ سُرندا س کے مکان نمبر بی ۷، ۵۹ میں[۸۶] رہائش رکھتے تھے جب مولوی حاکم علی نے اس مکان کو خالی کیا اَور موتی بازار میں رہائش کے لِئے چلے گئے تو علاّمہ اِقبال نے اِس گھر کو رونق بخشی اَور یورپ روانگی تک اسی گھر میں رہے۔ اس دور میں بازار حکیماں اَور اندرُون بھاٹی دروازہ میں علماء اَور فضلاء کی ایک کثیر جماعت مقیم تھی اَور علم وادب کی مجلسیں گرم رہتی تھیں۔ اِسی لِئے حکیم احمد شجاع پاشانے بھاٹی دروازہ کو لاہور کا چیلسی[۸۷] کہا ہے۔

علّامہ اِقبال اِس دَور میں انجمن حمایتِ اسلام کی اِنتظامیہ کے رُکن اَور اِسلامیہ کالج کے اِنسپکٹر (۲۸ مارچ ۱۹۰۰ءٔ — ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء) تھے۔ ان دنوں کالج اِنسپکٹر کا عہدہ کالج پرنسپل سے فائز ہوتا تھا۔ پرنسپل کو ضروری اَور اہم مالی واِنتظامی امور کے فیصلوں پر کالج اِنسپکٹر کی منظوری حاصل کرنا ہوتی تھی جیسا کہ پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر میں درج ہے۔

"The principal works here under the direction of the Education and Managing Committee of the Anjuman and particularly under the guidance of a Superintendent and an Inspector" [۸۸]

۸۶؎ "اِقبال کی صحبت میں"۔ از ڈاکٹر محمّد عبداللہ چغتائی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۹، زِندہ رُود (جلد اوّل) از جاوید اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۹۱۔

۸۷؎ "نقوش" لاہور شمارہ ۱۰۴ (جنوری ۱۹۶۶ء) ص ۱۶، مضمون بعنوان "لاہور کا چیلسی"۔

۸۸؎ Punjab University Calendar 1896-97 p. 380

مولوی حاکم علی اس زمانہ میں کالج کے پرنسپل تھے۔ اِس لِئے علاّمہ اقبال سے ان کے براہِ راست تعلقات تھے۔ وُہ کالج کے ضروری کاغذات ان سے منظوری حاصل کرنے کے لِئے اپنے ذاتی ملازم علی بخش کے ہاتھ علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا کرتے تھے۔ اِنہی مُلاقاتوں میں علاّمہ اقبال، علی بخش کی شرافت اَور فرض شناسی سے متاثّر ہُوئے اَور مولوی صاحب سے باقاعدہ مشورے اَور اجازت سے علی بخش کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیا۔

مولوی صاحب کی پرنسپلی کے زمانہ میں علامہ اقبال نے تحریری طور پر تجویز پیش کی کہ کالج لائبریری کے لِئے "تفسیر کبیر" کا ایک سیٹ خرید اجائے۔ چنانچہ ۳۔جون ۱۹۰۰ء کو مولوی صاحب کی سفارش پر یہ تجویز انجمن کی جنرل کونسل میں پیش ہو کر منظور ہُوئی اَور کتاب خانہ کے لِئے مذکورہ کتاب خرید لی گئی۔[۸۹]

مولوی صاحب اَور حضرت علاّمہ ایک زمانہ تک انجمن کی جنرل کونسل کے ممبر رہے۔ کالج اَور انجمن کی تعلیمی خدمات کی پیش رفت میں آپ دونوں اہم اَور مثبت اقدامات کرتے اَور مشورے دیتے رہے۔ ان اجلاس میں آپ کی باہم ملاقاتیں ہوتی رہی ہوں گی۔ مولوی صاحب ایک صاحبِ علم اِنسان تھے۔ اَور علاّمہ اقبال عالم حضرات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

۱۹۰۱ء میں مولوی صاحب پرنسپل تھے۔ بی۔اے کی جماعتیں کالج میں شروع ہو چکی تھیں۔ اساتذہ کی شدید کمی تھی۔ اَور اِس قِلّت کو پُورا کرنے کے لِئے سر عبدالقادر روزانہ دو گھنٹے اِن کلاسز کو انگریزی ادبیات کی تدریس کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر اس زمانہ میں آبزرور "Observer" کی ادارت بھی کرتے تھے۔ چنانچہ انہی مصروفیات کی بناء پر آپ نے یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے رُخصت لی تو ان کی جگہ علاّمہ اقبال یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے ۳۰۔جون ۱۹۰۱ء تک طلباء کو انگریزی اَدب کا درس دیتے رہے۔[۹۰] یکم نومبر ۱۹۱۸ء کو کالج کے شعبۂ فلسفہ کے پروفیسر ڈاکٹر ہیگ (Dr. W. Vesey Hage) جو ۱۹۱۶ء میں ایڈنبرا سے ہندوستان آئے اَور کالج میں فلسفہ کے اُستاد مقرر ہُوئے، اچانک انتقال کر گئے تو اُن کی جگہ دو ماہ کے لِئے علاّمہ اقبال طلباء کو فلسفہ پڑھاتے رہے۔[۹۱] یعنی دو موقعوں پر

---

[۸۹] رجسٹر رُوداد ہائے اجلاس جنرل کونسل (مینجنگ کمیٹی) انجمن حمایت اسلام ۲۴۔جون ۱۹۰۰ء/۱۷۔مئی ۱۹۰۳ء۔

[۹۰] "نقوش" لاہور اقبال نمبر شمارہ ۱۲۱ (ستمبر ۱۹۷۷ء) ص ۱۱ مضمون بعنوان "حیات نامہ اقبال"۔

[۹۱] اقبال نامہ (حصہ دوم) از شیخ عطاء اللہ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء ص ۷۳ (مکتوب نمبر ۲۸۔ بنام اکبر الٰہ آبادی)

مولوی صاحب کو علاّمہ اقبال کے رفیقِ کار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے کیونکہ ۱۹۰۱ء میں مولوی صاحب کالج کے پرنسپل اَور ۱۹۱۸ء میں وائس پرنسپل تھے۔

۱۹۱۰ء سے قبل انجمن حمایتِ اِسلام کے سالانہ اجلاس اِسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ کے وسیع اِحاطہ میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ علامہ اقبال اِن اجلاس میں شریک ہو کر سامعین کے دِل گرمانے کے لِئے شروع سال ہی سے نظم کی فکر کیا کرتے تھے۔ اِس دَور میں مولوی حاکم علی کالج کے پرنسپل اَور منتظمینِ جلسہ میں سے ہوا کرتے تھے۔ وُہ انجمن کے دستِ راست تھے۔ انجمن اَور کالج کی فلاح و بہبُود ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ وُہ مسلمانانِ برصغیر کا روشن مستقبل اس عظیم تعلیمی درسگاہ سے وابستہ سمجھتے تھے۔ اسی دَور میں علاّمہ اقبال نے انجمن کے سالانہ اجلاس میں شریک ہو کر ۱۹۰۰ء میں "نالۂ یتیم" ۱۹۰۱ء میں "یتیم کا خطاب ہلالِ عید سے" ۱۹۰۲ء میں "دین و دُنیا" اَور "اِسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب سے"، ۱۹۰۳ء میں "ابرِ گوہر بار" (فریادِ اُمّت) ۱۹۰۴ء میں "تصویرِ درد" جیسی نظمیں پیش کیں۔

علاّمہ اقبال اَور مولوی صاحب دونوں عظیم بزرگ مُسلمانانِ برصغیر کے بہی خواہ تھے۔ ہر میدان میں ان کی ترقّی کے خواہاں تھے۔ ان میں ایک قدر اَور بھی مشترک تھی، وُہ تھی اِسلامیہ کالج سے محبّت اَور لگاؤ، اس کی ترقی اَور فروغ کی خواہش۔ حضرت علاّمہ نے مشن کالج سیالکوٹ اَور گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی اَور اس میں تدریس بھی کرتے رہے تھے۔ ان کا ذہنی اَور جذباتی لگاؤ اَور تعلّق ان تعلیمی درسگاہوں سے ہونا چاہیئے تھا مگر وُہ اِسلامیہ کالج کو مُسلمانانِ ہند کی عظیم تعلیمی درس گاہ تصوّر کرتے تھے۔ اِسی لِئے اُنھوں نے اپنا ذاتی کُتب خانہ اِس کالج کو تحفۃً پیش کرنے کی وصیّت کی۔[۹۲]

اِسی طرح مولوی حاکم علی نے میونسپل بورڈ سکول گورداسپور اَور مشن کالج لاہور (ایف۔سی کالج) میں اپنے تعلیمی مراحل طے کِئے اَور مشن کالج میں پروفیسر بھی مقرر ہُوئے مگر وُہ بھی علاّمہ اقبال کی طرح اِسی درس گاہ کو اِسلامیانِ برصغیر کا نجات دہندہ خیال کرتے تھے۔ اُنہوں نے بھی اپنی ذاتی لائبریری ان درسگاہوں کو دینے کی بجائے اِسلامیہ کالج کی لائبریری کو تحفہ دے کر اس کے کتاب خانہ میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔[۹۳] ایف۔سی کالج کی شان و شوکت بھی مولوی صاحب کو اِس کالج میں نہ روک

---

[۹۲] روزگارِ فقیر (جلد دوم) از فقیر سیّد وحید الدین مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۵۵-۶۲

[۹۳] غیر مطبوعہ ریکارڈ اِسلامیہ کالج لائبریری سول لائنز لاہور

سکی۔ وُہ جذبۂ اسلامی سے سرشار اس نئے کالج میں آگئے۔ یہ جذبہ قابلِ قدر تھا مولوی صاحب اور علاّمہ اقبال میں یہ فکری ہم آہنگی قابلِ تحسین و آفرین تھی۔ اِن دونوں راہ نماؤں میں عشقِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) بھی کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوُا تھا اور یہ ہر دو بزرگ دینی عقائد کی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے جس کا کچھ اندازہ علاّمہ مرحُوم کی حسب ذیل تحریر سے بھی ہوتا ہے۔

"دینی معاملے میں ——— سلف صالحین کا پیرو رہُوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے ——— اس بد قسمت مُلک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کرلئے ہیں (جاوید اقبال) ان سے اِحتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اِس واسطے مائل ہوجاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلّق پیدا کرنے سے دُنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وُہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادّی منافع کی خاطر قربان کردے۔ غرض یہ ہے کہ طریقۂ حضراتِ اہلِ سُنّت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیئے اور ائمّہ اہلِ بیت کے ساتھ محبّت اور عقیدت رکھنی چاہیئے۔"

محمّد اقبال [۹۴]

۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء

یہ حالات اور واقعات اِس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ علاّمہ اقبال اور مولوی صاحب کے تعلّقات یقیناً خوش گوار ہوں گے۔ مگر ان تمام ملاقاتوں اور صحبتوں کی تفصیلات پر دبیز پردہ پڑا ہوُا ہے۔
۱۹۲۰ء میں علاّمہ اقبال انجمن حمایتِ اسلام کے جنرل سیکرٹری اور نواب ذوالفقار علی خان صدر تھے اِس دور میں ہنری مارٹن اسلامیہ کالج کے پرنسپل اور مولوی حاکم علی وائس پرنسپل تھے۔ یہ دَور نہ صرف برّصغیر کے مُسلمانوں کی تاریخ کا بلکہ تاریخِ اسلامیہ کالج کا بھی نہایت نازک اور حسّاس دَور تھا۔

---

[۹۴] اوراقِ گم گشتہ از رحیم بخش شاہین مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۴۶۷ — ۴۶۸ (علاّمہ اقبال کی وصیّت ——— جاوید کے نام)

تحریکِ ترکِ موالات

برّصغیر میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ہجرت کے دوران جب ۱۹۲۰ء میں تحریکِ ترکِ موالات نے زور پکڑا تو یہ دَور اسلامیہ کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دَور تھا۔ کیونکہ اس تحریک کے پروگرام میں نہ صرف انگریزی عدالتوں، کونسلوں اور انگریزی ملازمتوں سے علیحدگی بلکہ یُونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقاطعہ پر زور دیا گیا تھا سرکاری خطابات کی واپسی اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو لاہور میں بصدارت مولانا عبدُالقادر قصُوری، صدر خلافت کمیٹی پنجاب ایک بہت بڑا جلسہ ہوُا جس میں مولانا اُبوالکلام آزاد، مولانا محمّد علی جوہر، مولانا شوکت علی، گاندھی جی، سوامی ست دیو، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، آغا صفدر، پنڈت رام بھیجدت، لالہ دُونی چند، شریمتی سرلا دیوی، مولانا سیّد داؤد غزنوی، ڈاکٹر محمّد عالم، ملک لال خاں اور مولوی غلام محی الدین قصُوری نے شرکت کی اور تحریکِ ترکِ موالات کے حق میں تقریریں کیں۔ اُنھوں نے اپنی تقریروں میں اِس بات پر زور دیا کہ تمام طلباء کو اسلامیہ کالج سے تعلق توڑ لینا چاہیئے یا پھر کالج کو یُونیورسٹی سے الحاق توڑ کر گورنمنٹ کی تیس ہزار روپیہ سالانہ گرانٹ سے دست کش ہوجانا چاہیئے۔ ان حضرات کی تقاریر کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

سوامی ست دیو ایم۔اے نے اپنی طویل تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا:۔

"پنجاب کے لوگو میں تم سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ترکِ موالات کا کام پنجاب سے شروع کرو۔" (روزنامہ زمیندار، ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۴، کالم ۱)

مولانا محمّد علی جوہر کی تقریر کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

"ہم بیرسٹروں، وکیلوں، کونسل کے سُورماؤں، کالج کے ٹرسٹیوں کو کہتے ہیں کہ وُہ تمام اپنی اپنی مصرُوفیتیں چھوڑ دیں۔ مؤکلین، وکیلوں کو چھوڑ دیں رائے دہندگان کونسلوں کے اُمیدواروں کو چھوڑ دیں، طلبہ کالج و سکول چھوڑ دیں۔"

(روزنامہ "زمیندار" ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۲۔ کالم ۲)

مولانا ابوُالکلام آزاد نے جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہُوئے کہا :۔

"مَیں بحیثیت ایک مُسلمان ہونے کے جسے خُدا کے فضل سے شریعتِ اِسلامی کی کچھ بصیرت دی گئی ہے، کہتا ہوں کہ ایک مسلمان پر حُبّ وطن کے لحاظ سے، مذہب کے اعتبار سے، اخلاق کے لحاظ سے فرض ہے کہ ترکِ موالات کرے۔"

(روزنامہ "زمیندار" ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۰ء۔ص ۲، کالم ۲)

گاندھی جی نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہُوئے کہا :۔

"آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے، جن کے کالجوں اَور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں۔ مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو۔"

(روزنامہ "زمیندار"۔ ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۳۔کالم ۱)

ڈاکٹر سیفُ الدین کچلو نے ایک طویل تقریر کا اِختتام اِن الفاظ پر کیا :۔

"اِسلامیہ کالج کے طلباء سے میری یہ اِلتجا ہے کہ اس وقت پنجاب کی عزّت ان کے ہاتھ میں ہے اُنہیں چاہیئے کہ اپنی زندگی کا ثبوت دیں۔ اپنے حکامِ کالج سے کہہ دیں کہ یا (تو) اِس کالج کو عدم تعاون کے ماتحت یُونیورسٹی سے الگ کر لیجئے اَور سرکاری امداد بند کر دیجئے یا ہم کالج چھوڑے دیتے ہیں۔ کالج کو سرکاری نہیں قومی بناؤ۔"

(روزنامہ "زمیندار" ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۳)

پنڈت رام بھجدت نے بھی اِس جلسہ کو خطاب کیا اَور کہا :۔

"اِسلامیہ کالج والو! اگر آج تمہارے کوئی راہنما تمہارے سرگروہ ہو کر تلوار چلاتے اَور جہاد کرتے تو کیا تم مِسٹر ہنری مارٹن پرنسپل کے پاس سبق لینے جاتے۔"

(زمیندار۔ ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۴۔کالم ۱)

ان کے علاوہ مولوی غلام محی الدین، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالقادر، بھائی سنت سنگھ اَور سردار جسونت سنگھ نے بھی حاضرینِ جلسہ کو خطاب کیا اَور اسلامیہ کالج پر زور دیا کہ وُہ تحریکِ ترکِ موالات کی حمایت کرے۔

اِسلامیہ کالج کے طلبا نے اِس تحریک میں بھرپُور حِصّہ لیا اَور مطالبہ کیا کہ یُونیورسٹی سے کالج کا اِلحاق ختم کر دیا جائے اَور گورنمنٹ سے مِلنے والی سالانہ ۳۰ ہزار رُوپے کی گرانٹ بند کر دی جائے۔ ہنگامے ہُوئے اَور کالج بند کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں نواب ذوالفقار علی خاں، انجمن حمایتِ اسلام کے صدر اَور علاّمہ اِقبال جنرل سیکرٹری تھے۔ کالج کے پرنسپل ہنری مارٹن نے سِول اینڈ ملٹری گزٹ کی اشاعت مورخہ ۳۰۔اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ایک مراسلہ شائع کروایا اَور اس میں کہا کہ

"طلبا سیاسی شورش پسند عناصر کے زیرِ اثر اِس ہنگامے اَور ہیجان میں حِصّہ لے رہے ہیں۔ اگر شورش پسند ایسا نہ کریں تو ہمارا کالج اِن ہنگاموں سے محفوظ رہے"[۹۵] پرنسپل کے اِس بیان کے ساتھ ہی پروفیسر مولوی حاکم علی بی۔اے نے ایک اہم فتویٰ دیا کہ

"مَیں فتوےٰ دیتا ہُوں کہ یُونیورسٹی کے ساتھ اِلحاق جاری رکھنا اَور سرکاری اِمداد لینا جائز ہے۔"

اِس مطبُوعہ فتویٰ کا عکس مُلاحظہ ہو :۔

روزانہ پیسہ اخبار لاہور

ترکِ موالات

فتوائے جوازِ الحاقِ اسلامیہ کالج بیونیورسٹی وحصولِ امدادِ سرکار!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقل جآءَ الحقُّ وزھقَ الباطلُ ط اِنَّ الباطلَ کان زھوقاہ

احقر العباد حاکم علی بی اے حنفی نقشبندی مجددی
پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔ جمیع برادران اہل اسلام ہند

۹۵ روزنامہ "زمیندار" لاہور۔ ۱۲۔نومبر ۱۹۲۰ء ص ۲ کالم ۱

خصوصاً اہل اسلام پنجاب وخصوصاً معزز ممبران جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کی آگاہی کے لئے حسب ذیل التجا کرتا ہے۔

حدیث نبوی میں وارد ہے علی المصدر ۱۲ الف الف صلوٰۃ و سلام و تحیۃ اذا ظہرت الفتن فلیظہر العالم علمہ ومن لم یفعل ذالک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرفاً و لا عدلاً ۔ لہذا جو علم مجھے دیا گیا ہے اسکو ظاہر کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں کے ساتھ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ تولّی کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں پ ۲ ع ۱۱ آیۃ ۸ میں۔ پ ۵ ع ۱۴ آیۃ ۵ میں پ ۶ ع ۲ آیۃ ۳ میں پ ۲۸ ع ۱۱ آیۃ ۱ میں اور پ ۳ ع ۲ آیۃ ۲ میں پ ۵ ع ۱۸ آیۃ ۲ میں۔ پ ۶ ع ۱۱ آیۃ میں پ ۵ ع ۱۲ آیۃ میں پ ۲۸ ع ۱۶ آیۃ ۱ میں پ ۱۰ ع ۳ آیۃ میں پ ۲۵ ع ۱۶ آیۃ ۳ میں وارد ہے۔

مگر علامہ ابوالکلام زبردستی فرماتے ہیں۔ اور اپنی فصاحت وبلاغت کے زور سے تولّی کے معنے موالات کو معاملات قرار دیتے ہیں۔ اور ترک موالات کو ترک معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ مریح زبردستی ہے اور حرج ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کیساتھ کیا جا رہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضؓ فرماتے ہیں کہ امت محمدی کے جو ۷۲ فرقے ناری ہوئے۔ صرف قرآن مجید کے معنے نہ سمجھنے سے ہوئے۔ یعنی انکے معنی اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق خلاف نص کرنے سے ہی گمراہ ہوئے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اور وہ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ہے

کہ جس کسی نے قرآن مجید کی تفسیر اپنی عقل سے کی۔ اگر وہ تفسیر صحیح بھی کر لی تو بھی خطا کی اور اگر صحیح نہ کی تو ..... ؟

علامۂ مذکور نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل مذکورہ بالا کے منتخب ممبروں کی کمیٹی میں تشریف لا کر تولّی کے معنے معاملت اُن ممبروں پر زبردستی تھوپ دیئے۔ اور اطلاق یہ کر دیا کہ جتنک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترک موالات یعنی ترک تولّی نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دیدیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو۔ لہذا اس طرح کلبلیں بجینی پھیلا دی کہ جس پر مالی کا سخت نقصان شروع ہو گیا۔

علامہ مذکور کا یہ فتویٰ غلط ہے۔ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد سرکاری لینے سے معاملت قائم رہتی ہے انگریزوں کے ساتھ نہ کہ تولّی اور مودت اور موالات جو تینوں کے معنے محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنے ہیں باب مفاعلہ سے بنا عمل سے۔

۳

کل میں نے وعظ کی مجلس اسلامیہ کالج ہال میں یہ امر طلباء کو واضح کر دیا۔ بہت سے طلباء سمجھ گئے۔ مگر مولوی عبدالحی کے کارکنان مسمیان عبدالسلام پال وغیرہ طالبعلمان اس سمجھ جانے کو کب گوارا کرتے تھے۔ میرے وعظ ختم ہونے

کے بعد دھواں دھار تقریریں کر دیں۔ مگر الحمدللہ جو سمجھ گئے تھے سمجھ گئے اور انہوں نے باہر آ کر اپنی علیحدہ مجلس قائم کر لی اور آپس میں معاملہ ہذا کو سمجھتے سمجھاتے رہے۔

پروفیسر مظفر الدین صاحب جو انہی کے ہم خیال ہیں سٹاف روم میں میری اس کارروائی پر استہزا سے کام لیتے رہے۔ علامہ مذکور کی اس زبردستی سے اور غلط فتویٰ سے اسلامیہ کالج لاہور علی گڑھ کالج اسلامیہ ہائی سکول ہائے لاہور تباہ ہو رہے ہیں۔

علامہ مذکور، مولوی محمود الحسن صاحب، مولوی عبدالحی صاحب اور ان کے کارکنان خاص تو دیوبندی خیالات کے ہیں اور ایک بات پر تلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا زبردستی فتویٰ اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں اور یہ فتویٰ غلط دیا ہے۔ لہٰذا جتنا علم مجھے دیا گیا ہے میں اس کی بنا پر فتویٰ دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق جاری رکھنا اور سرکاری امداد لینا جائز ہے۔ آپ میرے اس فتویٰ کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی خیال کے اور ان کے ہم خیال نہیں ہیں۔ مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک متحدہ و شمالی سے کرا لیں اور صحیح فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ غلط پر۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(خادم قوم حاکم علی)[96]

[96] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۲۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۳۔ کالم ۱۔۲

کالج کے اربابِ حل و عقد بھی صرف اس خیال سے کہ مسلمان طلباء کا تعلیمی زیاں نہ ہو۔ کیونکہ اسلامیانِ برصغیر ہندوؤں کے مقابلہ میں تعلیمی لحاظ سے بہت پس ماندہ تھے، نہ صرف یونیورسٹی سے الحاق کے خواہاں تھے بلکہ سرکاری امداد بھی وصول کرنا چاہتے تھے۔ کالج دس روز کے لیے بند تھا مگر اس حساس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے انجمن کی جنرل کونسل اور کالج کمیٹی کے مسلسل اجلاس ہو رہے تھے۔

کالج کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ طلبائے اسلامیہ کالج کے والدین کو خطوط ارسال کر کے ان سے کالج کے الحاق سے متعلق رائے اور مشورہ طلب کیا جائے کہ کالج کا پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہونا چاہیے یا نہیں چنانچہ میاں فضل حسین سیکرٹری کالج کمیٹی نے ۴۱۴ خطوط والدینِ طلباء کو ارسال کیے۔ ان میں سے ۴۷ کا جواب وصول ہوا جن میں سے ۳۶ خطوط الحاق کے حق میں تھے اور ۱۱ خطوط مخالف تھے۔[97]

لہٰذا انجمن کی جنرل کونسل نے کالج کا الحاق یونیورسٹی سے قائم رکھنے اور سرکاری امداد کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی پرنسپل نے کالج کھلوا دیا اور تحریک کے سرگرم رکن طلباء کو کالج کمیٹی کی منظوری سے خارج کر کے سرٹیفیکیٹ جاری کر دیئے۔ اس واقعے سے طلباء میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی اور کالج میں سٹرائیک ہو گئی اور طلباء نے فیصلہ کیا کہ جب تک ہنری مارٹن پرنسپل ہیں طلباء کالج میں نہیں جائیں گے۔[98]

مسلمانانِ لاہور میں اس واقعہ سے شدید ردِّ عمل ہوا۔ جلسے منعقد ہوئے، مظاہرے ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔ ایک وفد انجمن حمایتِ اسلام کے سیکرٹری جنرل یعنی علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا کہ پرنسپل کی معطلی اور ان کے غیر ذمہ دارانہ بیان کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ انہوں نے فرمایا یہ اندرونی معاملہ ہے۔ اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ ہاں ذاتی طور پر میں پرنسپل کی اس حرکت کو سخت ناواجب خیال کرتا ہوں۔[99]

[97] قلمی رُوداد جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۴ء، ۴۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

[98] پیسہ اخبار ۱۹۔۲۰۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۵، کالم ۴

[99] پیسہ اخبار ۱۹۔۲۰۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۵، کالم ۴

اِس تحریک میں مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک گروہ ترکِ موالات کا حامی تھا اَور دُوسرا مخالف۔ انجمن میں بھی اربابِ انجمن اِسی طرح منقسم تھے۔ میاں سرفضل حسین، سیکرٹری کالج کمیٹی اَور شیخ عبدالقادر مُسلمانوں کے تعلیمی نقصان کے پیشِ نظر ترکِ موالات کے مخالف تھے مگر ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولوی محمود حسن، مفتی کفایت اللہ اَور مولانا ابُوالکلام آزاد ترکِ موالات کے حق میں تھے۔

۱۴۔ نومبر ۱۹۲۰ء بروز اتوار بوقت ۸ بجے صبح، نواب ذُوالفقار علی خاں کی زیرِ صدارت اسلامیہ کالج میں انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ جنرل کونسل کے اکیاون ممبران کے علاوہ تقریباً تین سو معززینِ شہر نے بھی اس میں شرکت کی کیونکہ اس دن کالج، مولوی حاکم علی اَور ہنری مارٹن کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ علاّمہ اقبال، جنرل سیکرٹری انجمن نے گزشتہ اجلاس کی رپورٹ پڑھتے ہُوئے بیان کیا۔

"ہم نے مسلم عُلمائے کرام سے اِس سلسلے میں رجُوع کیا۔ ہمارے پاس متعدد فتوے آئے ہیں۔ پہلا فتویٰ مولوی محمُود الحسن صاحب کا ہے۔ دُوسرا عُلمائے سندھ کا ہے۔ تیسرا عُلمائے دہلی کا ہے۔ چوتھا سجادہ نشین صاحب پھلواروی کا ممبری کونسل کے متعلق ہے۔ فرنگی محل اَور کانپور کے فتوے مجھ تک نہیں پہنچے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو عریضہ لکھا گیا تھا مگر کوئی جواب ہی نہیں آیا۔ مولوی حاکم علی صاحب اَور مولوی اصغر علی صاحب کے فتوے "زمیندار" میں شائع ہوتے ہیں۔ اشرف علی صاحب تھانوی کی خانقاہ کا فتویٰ علی گڑھ کالج کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔ مَیں نے ان فتووں کو غور سے پڑھا ہے۔ اگر ان پر بحث ہُوئی تو مَیں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرُوں گا۔"[۱۰۰]

اِس معاملے پر بہت بحث ہوئی اَور بہت زیادہ غور و خوض کیا گیا۔ اس بحث کے دَوران علاّمہ اقبال نے اپنی پُرجوش اَور مدلّل تقریر میں فرمایا:۔

"مَیں ہمیشہ ہر معاملے کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہُوں۔ اَور جب تک کسی امر پر پُورا پُورا غور و خوض نہیں کر لیتا قطعی رائے قائم نہیں کرتا۔ مَیں مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں

---

[۱۰۰] قلمی رُوداد اجلاس ہائے جنرل کونسل انجمن حمایتِ اِسلام ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۴ء ــــــ ۴۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

کہ اگر وُہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں اُن کی حیثیت اسلامی نقطۂ نظر سے بالکل تباہ ہو جائے گی۔"[۱۰۱]

ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے اِسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال پر اپنے حامی طلباء کے ساتھ قبضہ کر رکھا تھا اُن کا مطالبہ تھا کہ ترکِ موالات کی شرائط پر عمل ہو گا تو کالج کھُلے گا ورنہ نہیں۔

۲۱۔ نومبر ۱۹۲۰ء کو انجمن کی جنرل کونسل کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا۔ اس میں جنرل کونسل کے بیس ممبران شامل ہُوئے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اَور مولانا ابُوالکلام آزاد بھی موجُود تھے۔ مولانا آزاد نے ترکِ موالات کے حق میں تقریر کرتے ہُوئے بیان کیا:۔

"جو لوگ مسلمانوں کے دُشمن ہوں، اُن سے ترکِ موالات کیا جائے۔"

شیخ عبدالقادر نے اپنی طویل اَور مدلّل تقریر میں ترکِ موالات سے مسلمانوں کو تعلیمی زیاں کی اہمیت کو واضح کرتے ہُوئے کہا:۔

"ترکِ موالات نہیں ہونا چاہیئے۔"

میاں سرفضل حسین نے اپنے خیالات مندرجہ ذیل اختتامی فقرے میں سمو دیئے:۔

"اِسلامیہ کالج اَور سکولز کا الحاق پنجاب یُونیورسٹی سے قائم رکھا جاوے۔"[۱۰۲]

اُنھوں نے ایک اخباری بیان میں ترکِ موالات کے حامی علماء اَور فضلاء سے عرض کی:۔

"آپ اِسلامیہ کالج کے توڑنے کے درپے نہ ہوں بلکہ ایک اَور قومی کالج کھول لیں جس کی ہم رُوپے اَور عمارت سے ہر طرح امداد کے لِئے تیار ہیں۔ اگر آپ کا کالج کامیاب ہو گیا تو ہم اپریل (۱۹۲۱ء) سے پہلے اِسلامیہ کالج بند کر دیں گے۔"[۱۰۳]

مگر عدم تعاون کے حامی راہنماؤں نے اِس تجویز سے اِتفاق نہ کیا۔ علاّمہ اِقبال نے انجمن حمایتِ اسلام

---

[۱۰۱] روزنامہ "زمیندار" ۱۶۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱ مضمون بعنوان "انجمن حمایتِ اسلام لاہور جنرل کونسل کا اجلاس حلقہ بگوشانِ اسلام علامہ اِقبال اَور حاجی شمسُ الدین۔"

[۱۰۲] روزنامہ پیسہ اخبار ۱۰۔ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱ کالم ۲

[۱۰۳] روزنامہ پیسہ اخبار ۱۰۔ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱ کالم ۲

کی جنرل کونسل کو وصول شدہ اُردو اخبارات میں مطبوعہ فتووں کے متعلق مندرجہ ذیل تفصیلات بیان کیں :۔

"اِس عرصے میں ہمارے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں۔ جن میں عُلمائے ہند کا ایک فتویٰ ہے جس پر اُنتالیس علمائے کرام کے دستخط ہیں عُلمائے فرنگی محل، عُلمائے دہلی، علمائے مدرسہ الٰہیات کانپور کے فتوے بھی موصول ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا فتویٰ بھی پہنچا ہے۔ یہ سب فتوے عدم تعاون کے حق میں ہیں۔ مَیں نے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کو لکھا تھا، لیکن ان کی طرف سے اَب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

عدم تعاون کے خلاف جو فتوے میرے پاس موصول ہوئے اُن میں (سے) ایک فتوے تو حاکم علی صاحب، پروفیسر اسلامیہ کالج کا ہے۔ دُوسرا فتویٰ مولانا اصغر علی رُوحی کا ہے جس میں انہوں نے عدم تعاون کی تو تائید کی ہے لیکن سکولوں اور کالجوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب تک کوئی اپنا اِنتظام نہ ہو جائے لڑکوں کو ان مدارس سے اُٹھانا درست نہیں"۔ ۱۰۴

جمعیت عُلمائے ہند نے دہلی میں اپنا اجلاس منعقد کیا اور عدم تعاون کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے کہا :۔

"قومی اوقاف، قومی کالجوں اور سکولوں کے ایسے کارپرداز جنہوں نے ترکِ موالات اور عدم تعاون سے اِنکار کر کے پابندیٔ مذہب سے اِنحراف کیا ہے مسلمانوں سے علیحدہ رہنے والے اور دُشمنوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے مجرم ہیں۔ اِس لیے جب تک اپنے طرزِ عمل سے تائب نہ ہوں مسلمانوں کو ان کی امداد و اعانت سے سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔ اِس طرح طلبہ اپنے سرپرستوں سے اور اساتذہ اپنے سکولوں یا کالجوں سے کچھ تعلق نہ رکھیں گے۔" ۱۰۵

---

۱۰۴ روزنامہ "زمیندار" ۱۶۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱

۱۰۵ روزنامہ پیسہ اخبار ۲۱۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴ (ملخصاً)

ان متضاد فتووں اور قراردادوں کی بارش برسنے سے کالج پر ہو رہی تھی کالج میں مکمل ہڑتال تھی کالج ہال اور دیگر کمروں پر ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ترکِ موالات کے حامی طلبا کا قبضہ تھا۔ کالج کا وجود خطرے میں تھا۔ چنانچہ طویل غور و خوض، بحث و تکرار اور برِصغیر کے علماء اور فضلاء کی موافق و مخالف تقاریر کے بعد مندرجہ ذیل قرارداد منظوری کے لیے انجمن کی جنرل کونسل میں پیش ہوئی :۔

ا۔ گورنمنٹ سے تیس ہزار روپے سالانہ کی اِمداد جو کالج کو ملتی ہے، نہ لی جائے۔ قوم اِس بوجھ کو خود برداشت کرے۔

ب۔ اگر کالج کے طلباء کی غالب اکثریت خواہش ظاہر کرے کہ وُہ موجُودہ نظامِ تعلیم سے مطمئن نہیں تو کالج کا تعلق جامعۂ پنجاب سے توڑ لیا جائے۔ ۱۰۶

اِس اثناء میں کالج کمیٹی کے متعدد اجلاس منعقد ہو چکے تھے اور وُہ کالج کو بچانے کی مفید تجاویز پر غور و فکر کے بعد بعض فیصلے کر چکی تھی۔ ۵۔ دسمبر ۱۹۲۰ء بروز اتوار شام چار بجے صدر انجمن نواب ذوالفقار علی کی رہائش "زرافشاں" واقع کوینز روڈ لاہور (یہ اب سر گنگارام ٹرسٹ کی ملکیت ہے اور ہسپتال کی توسیع کے لیے وقف ہے) میں جنرل کونسل کا اجلاس ہوا تینتالیس ممبرانِ کونسل حاضر تھے معززینِ شہر بھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ اس خاص اجلاس میں کالج کمیٹی منعقدہ ۱۶۔۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء اور ۱۷، ۲۵ اور ۲۶ نومبر ۱۹۲۰ء کی قراردادوں میں سے صرف پرنسپل ہنری مارٹن اور مولوی حاکم علی صاحب کے متعلق قراردادوں پر فیصلہ ہوا۔

ہنری مارٹن پرنسپل اِسلامیہ کالج لاہور کا استعفیٰ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۲۰ء سے منظور کر لیا گیا کیونکہ ان کو ۱۲۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کو اسلامیہ کالج پشاور کا پرنسپل مقرر کیا جا چکا تھا۔ انجمن نے ان کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ وُہ قریباً دس سال تک پرنسپل رہے اور کالج کی بے مثال خدمات انجام دیں۔

مولوی حاکم علی بی اے کے متعلق فیصلہ ہوا کہ ان کی ملازمت کالج میں اتنی طویل ہے اور انجمن نے اُن سے سرکاری ملازمت چھڑوا کر انہیں اپنے کالج میں نوکر رکھا تھا۔ اب صرف ایک فتویٰ کی وجہ سے اُن کو کالج سے الگ نہیں کیا جا سکتا، ان کو سرِدست معطل کر کے بذریعہ کالج کمیٹی جواب طلبی کی جائے

---

۱۰۶ پیسہ اخبار ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۲ کالم ۳

کہ انہیں کیوں موقوف[1]

---

[1] مولوی حاکم علی مرحوم اِس قدر خود دار اَور باحمیّت اِنسان تھے کہ اُنہوں نے اِس جواب طلبی کا جواب دینے کی بجائے اپنی ملازمت سے استعفٰی دے دیا۔ اُن کے مطبُوعہ بیان کا عکس پیشِ خدمت ہے

روزانہ پیسہ اخبار لاہور

اللہ اکبرُ

تتمہ جہادِ کبیر و فتح مجاہد کبیر حاکم علی عفی عنہ

جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار و جناب
اڈیٹر صاحبان اخبار وطن و وکیل و رسالہ العقیدہ
و دیگر مدیر صاحبان بذریعہ اشاعت ہذا یہ
پیسہ اخبار لاہور :-

بعد از سلام مسنون مدعا نگار ہوں
کہ افواہ گشت کر گیا ہے کہ میں نے معافی مانگ لی ہے
کہ آیندہ عدم تعاون کے خلاف کوئی بات شائع
نہیں کروں گا۔ یہ افواہ غلط ہے۔ امید ہے
کہ آپ مندرجہ ذیل امور شائع فرما کر مسلمانوں
کو اس تہلکہ عظیم میں دوبارہ گرنے سے بچانے
کی کوشش فرمائیں گے۔

(۱) میں نے جو بیان انجمن کو لکھکر دیا
ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے پیارے اسلامیہ
کالج اور پیارے مسلمانانِ ہند کو اس تہلکہ سے
بچانے کے لئے یہ جہادِ کبیر کیا ہے جس پر میری
نیک کمائی کا بقیہ (۱۷۰۰) روپیہ خرچ ہوا
ہے۔ اگر انجمن انصاف فرمائے اور مجھے بحال

فرمائے تو گذشتہ بے تعجبی اور محنت سر پڑیگا
اور اگر انجمن وہابیہ دیوبندیہ کی خاطر مجھے
موقوف کرے تو غم نہیں ہے۔ ؎
پائے گدا لنگ نیست۔ ملک خدا تنگ نیست
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى
اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ مگر اس صورت میں انجمن میرا
(۱۱۰۰ روپیہ) واپس کر دے جو بیکار پڑا ہے

(۲) مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالے
علیہ وسلم وعلی آلہ و صحابہ اجمعین اور حضرت
غوث رضی اللہ تعالے عنہ نے اللہ تعالے کے
امر سے ۵۰۰ روپیہ ماہوار کی ملازمت عطا
فرما دی ہے لہذا میں نے اسلامیہ کالج کی پروفیسری
(۳۵۰ روپیہ) ماہوار سے استعفا دیدیا ہے۔

(۳) اس جہادِ کبیر نے مجھے اللہ تعالے نے
فتح دین میں دیدی ہے پیارا اسلامیہ کالج بچ
گیا ہے۔ اور پیارے مسلمانانِ ہند سنبھل گئے ہیں
الشکر للہ والحمد للہ رب العالمین ؏

(۴) میرا ارادہ تھا کہ ایک اشتہار دوں
کہ جس جس شہر کے اصلی مسلمان کم از کم (۱۱۱) ایک
جلسہ کر کے مجھے بلائیں وہاں جا کر میں اسے پانچوں
رسالے اس جہادِ کبیر کے تقریری جہاد میں زبانی
کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان اور اسی
امر کی خاطر میں نے مقام برٹش انڈیا کا ایک لائسنس
ریوالور کا حفاظت کے لئے حاصل کر کے اپنے
تئیں مسلح کر لیا ہے۔ مگر سردست اس تقریری
جہاد کو ملتوی کر دیا ہے۔ ہاں اگر ہندوستان
کے تمام بڑے شہروں سے اس مدعا کے لئے
درخواستیں آجائیں پیسہ اخبار لاہور کی معرفت

نہ کیا جائے۔[۸]

اور یہ تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی کہ ۱۱۔دسمبر ۱۹۲۰ء کو کالج کھول دیا جائے۔ مگر ڈاکٹر کچلو نے اعتراض کیا کہ جب تک آپ کالج کی یونیورسٹی سے علیحدگی اور سرکاری مدد سے انکار نہ کریں گے میں ۱۱۔دسمبر (۱۹۲۰ء) کو کالج میں ضرور آؤں گا۔ اور بہت سی مسلمان پبلک میرے ہمراہ ہوگی۔ اور ہم کوشش کریں گے کہ کالج نہ کھلے۔"[۹]

یہ اجلاس اسی طرح کی بحث و تکرار کے بعد ختم ہوا تو ۱۰۔دسمبر ۱۹۲۰ء کو انجمن حمایتِ اسلام کے جنرل سیکرٹری علامہ اقبال نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

تو بہرا اگر مجھے اجازت ملگئی اور باتنخواہ رخصت بھی ملگئی۔ تو انشاء اللہ تعالے ایک دورسارے ہندوستان کا لگانے کو تیار رہوں۔ اس دورہ کا ایک پروگرام تیار کرکے چھاپ دیا جائیگا اور اس کے مطابق دورہ کیا جائیگا۔
(۵) میں اب لاہور اور لاہوریوں کو سلام کرتا ہوں ؎ رکھ بابل گھر اپنا رتنے میں چلی میں چلی بیگانے دیس سجن بابیرا دعا ہے۔ کہ اسلامیہ کالج اور مسلمانان ہند ہر بلا سے محفوظ رہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدی
(فقیر حاکم علی عفی عنہ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور
۲۹۔جنوری ۱۹۲۱ء، ص ۳، کالم ۱

---

[۸] قلمی رُوداد جنرل کونسل انجمن حمایتِ اسلام ۱۵۔اپریل ۱۹۱۴ء۔۔۔ ۴۔دسمبر ۱۹۲۱ء، روزانہ پیسہ اخبار ۷۔۸۔دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۲ کالم ۱

[۹] روزنامہ پیسہ اخبار ۷۔دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۲ کالم ۲

لاہور

۱۰۔دسمبر ۱۹۲۰ء

ڈیر ڈاکٹر کچلو! السّلام علیکم!

بعض ممبرانِ کونسل انجمن کی طرف سے ریکوازی ایشن (مطالبہ) مجھے اس وقت شفاعت اللہ صاحب سے موصول ہوگئی ہے۔ اب انشاء اللہ مسئلۃ الحاق کونسل کے سامنے پھر پیش ہوجائے گا اور اس بات کی پوری کوشش کی جائے گی کہ انجمن اپنے فیصلہ میں علماء سے استصواب کرے۔ جہاں تک ممکن ہوگا جلد کونسل کا اجلاس منعقد کر کے یہ ریکوازی ایشن (مطالبہ) پیش کی جائے گی۔ تا فیصلہ میری رائے میں کالج کھول دینا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو بھی اس سے اتفاق ہوگا۔ موجودہ حالات میں غالباً یہ سب سے بہتر طریقِ عمل ہے۔ مہربانی کر کے اپنی رائے سے مطلع فرما کر مجھے ممنون فرمایئے۔ والسّلام

مخلص
محمّد اقبال[۱۰]

ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے علاّمہ اقبال کے خط کا مندرجہ ذیل جواب ارسال کیا:۔

۱۰۔دسمبر ۱۹۲۰ء

آپ کا خط مورخہ ۱۰۔دسمبر موصول ہوا۔ مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ مسئلۃ الحاق کونسل کے سامنے پھر پیش کرنے والے ہیں۔ آپ اس بات کا وعدہ فرماتے ہیں کہ کونسل کا اجلاس جلد منعقد کیا جائے گا۔ اور انجمن اپنے فیصلہ میں علماء سے بھی استصواب کرے گی۔ اب چونکہ بموجب آپ کے خط کے انجمن بموجب احکامِ شرعی اس امر کا فیصلہ کرے گی۔ اور مجھے بعض ممبرانِ انجمن سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے دل میں ایمانداری کے ساتھ چند شکوک مذہبی امور کے متعلق ہیں اور وہ ایسی حالت میں عدہ

---

[۱۰] روزنامہ "زمیندار" ۱۲۔دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱

کرتے ہیں کہ اگر ان کے شکوک رفع ہو گئے تو وُہ بھی مذہب و قوم کا ساتھ دیں گے۔ اِن حالات میں گو میری قطعی رائے ہے کہ فتویٰ جمعیت العلماء ناطق ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا ہر مُسلمان کا مذہبی فرض ہے لیکن مَیں آپ کے اِس وعدے پر اعتماد کرتا ہُوں، آپ کو یقین دلاتا ہُوں کہ مَیں ممبرانِ انجمن کو ایک موقع دینے کے لِئے تیّار ہُوں اَور اُمید کرتا ہُوں کہ وُہ بہت جلد اپنے مذہبی شکوک رفع کر کے احکامِ اِلٰہی کے مطابق آخری فیصلہ کر دیں گے اَور قوم اَور مُلک کو مزید پریشانی سے بچائیں گے۔

سیفُ الدّین کچلو [۱۱۱]،

اِس خط کے ساتھ ڈاکٹر کچلو نے کالج سے اپنا قبضہ ختم کر دیا۔ اِس طرح یہ نازک اَور حسّاس دَور انجام کو پہنچا۔ اَور کالج علاّمہ اقبال کی ذاتی کوششوں سے ۱۱۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کو دوبارہ کھل گیا۔[۱۱۲]

ہندو اَور مُسلمان جب بھی متحد ہو کر آزادی کی جدّ و جُہد میں شریک ہوئے، ہندو ان سے الگ ہو جاتے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تحریکِ ترکِ موالات اپنے شباب پر تھی تو گاندھی جی، جو اِس تحریک کے راہنما تھے، نے اِس تحریک کو واپس لے لیا۔ تحریکِ ترکِ موالات ناکام ہو گئی۔ ہندو مُسلم اتحاد کا شیرازہ ہمیشہ کے لِئے بکھر گیا۔ مُسلمانانِ ہند کو تعلیمی، اِقتصادی، سیاسی اَور تہذیبی لحاظ سے اِس تحریک نے بے حد نقصان پہنچایا اَور وقت نے ثابت کر دیا کہ مولوی حاکم علی علیہ الرحمۃ اگر اِس تحریک کے مخالف تھے تو صرف اِس خیال سے کہ برّصغیر میں مسلمان تعلیمی لحاظ سے پس ماندہ ہیں اِسی لِئے وُہ اقتصادی بُحران کا شکار ہیں۔ اَور انہیں تعلیم کی مشعل سے اپنے راستے کو منوّر کرنا چاہیئے۔ علی گڈھ مُسلم یُونیورسٹی کے شعبۂ اِسلامیات کے سابق صدر، پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء — ۱۹۳۹ء) نے اپنی معرُوف کتاب "النور" میں اس دَور کے مُسلمانانِ ہند کی تعلیمی میدان میں پسماندگی کا نقشہ درجِ ذیل

---

[۱۱۱] "زمیندار" ۱۲۔ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱ — قلمی رُوداد جنرل کونسل انجمن حمایتِ اِسلام ۱۵ اپریل ۱۹۱۴ء، ۴۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

[۱۱۲] قلمی رُوداد جنرل کونسل انجمن حمایتِ اِسلام ۱۵ اپریل ۱۹۱۴ء — ۴۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

الفاظ میں کھینچا ہے :۔

"اِس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس[۱۲۵] ہے، تین مُسلمانوں کے (علی گڈھ، لاہور اَور پشاور) اَور ایک سو بائیس ہندوؤں کے ——— سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں۔ ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہے ———

جِس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغُولِ تعلیم ہوں، اُس قوم کا یہ اِدّعا اَور ہنگامہ کہ اَب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر خبط و سَودا نہیں تو اَور کیا ہے؟"[۱۱۳]

مولوی حاکم علی (م — ۱۹۲۵ء)، علاّمہ اقبال (م — ۱۹۳۸ء)، مولانا سیّد سُلیمان اشرف (م — ۱۹۳۹ء) علیہم الرحمۃ جیسے بزرگوں کی تعلیمات تحریکِ پاکستان کے لِئے ہراول دستے تیار کرنے کا پیش خیمہ بنیں۔

---

[۱۱۳] "النور" از محمد سلیمان اشرف، مطبُوعہ علی گڈھ ۱۹۲۱ء، ص ۱۹۶۔ ۱۹۷

اِمام احمد رضا سے عقیدت

مولوی صاحب حضرت اِمام احمد رضا[114] سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ وُہ ان کے علم و فضل سے اِس حد تک متاثر تھے کہ ان کو اپنا اُستاد مانتے تھے۔ مولوی صاحب ان کو "آقائے نامدار"[115] اور "یاسیّدی"[116] کے الفاظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ وُہ ان سے مِلنے کے لِئے اکثر بریلی جایا کرتے تھے۔ ان دو بزرگوں کے مابین خطوط کا تبادلہ بھی ہُوا کرتا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے مولوی صاحب کو "مجاہدِ اکبر"[117] کا خطاب دے رکھا تھا۔ وُہ بھی مولوی صاحب کی محبّت کے معترف تھے۔ مولوی حاکم علی اُلجھے ہُوئے علمی، مذہبی اَور سائنسی مسائل کے متعلق بذریعہ مراسلت ان سے تبادلۂ خیال کیا کرتے

---

[114] حضرت اِمام احمد رضا بریلوی (۱۰ شوّال ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ــــ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) بن مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) علومِ دینیہ، عقلیہ اَور نقلیہ میں حیرت انگیز ذکاوت رکھتے تھے۔ ــــ جدید و قدیم فلسفہ پر ان کی گہری نظر تھی۔ وُہ علمِ ریاضی، علمِ کیمیا، علمِ فلکیات اَور جدید سائنسی رُجحانات میں ماہر تھے۔ اُنہوں نے اپنی علمی بصیرت کی بنا پر بڑے بڑے فلسفہ دانوں اَور سائنس دانوں پر تنقید کی۔ وُہ اپنے دعوے کے ثبوت میں نظری اَور عملی دلائل پیش کیا کرتے تھے۔ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ اُنہوں نے ایک ہزار کے قریب تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری ــــ "علومِ ریاضی و توقیت و تکسیر میں بھی وُہ بے مثل تھے ــــ تاآنکہ یورپ کی یُونیورسٹیوں کے بعض ممتاز فاضل بھی اس حقیقت کے معترف تھے"۔

پیغاماتِ یومِ رضا (۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) مرتبہ محمد مقبول احمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۴۰

[115] المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ مطبُوعہ بریلی ۱۹۲۱ء، حاشیہ ص ۲

[116] نزولِ آیاتِ فُرقان بسکونِ زمین و آسمان مطبُوعہ نُوری کتب خانہ لاہور ص ۲

[117] نزولِ آیاتِ فُرقان بسکُونِ زمین و آسمان مطبُوعہ نُوری کتب خانہ لاہور ص ۶

تھے۔ اِمام احمد رضا کی دو مُستقل تصانیف درحقیقت مولوی صاحب کے دو سوالات کے جوابات پر مبنی ہیں، جو مولوی صاحب نے مختلف موقعوں پر اِمام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کِئے تھے۔ اِن دو کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:۔

۱۔ نزُولِ آیاتِ فرقان بسکُونِ زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

۲۔ المحجۃ المؤتمنہ فی آیاتِ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ

۱۔ نزُولِ آیاتِ فُرقان بسکُونِ زمین و آسمان

اِس مختصر مگر جامع کتاب کی وجہِ تحریر بھی مولوی صاحب کی ذات ہے۔ مولوی حاکم علی نے ۱۴ جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ/ ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو بزبانِ عربی و فارسی ایک خط اِمام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کیا۔ اِس میں حرکتِ زمین کی تائید میں بعض قرآنی آیات کے ساتھ تفسیرِ جلالین اَور تفسیرِ حسینی سے بعض عبارات پیش کیں۔ اس کے علاوہ سائنس کی کتابوں سے بھی حوالے درج کِئے اَور اِمام احمد رضا سے درخواست کی کہ وُہ حرکتِ زمین کے قائل ہو جائیں۔ وُہ حرکتِ زمین کے قائل نہ تھے اَور نہ ہی ہُوئے۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا نے بعنوان مذکُورہ بالا ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ قلم بند کیا۔ اِس کتابچہ میں اُنہوں نے ردِّ حرکتِ زمین پر اپنے دلائل پیش کرتے ہُوئے مذکورہ بالا دو تفاسیر کے علاوہ ۲۸ دیگر تفاسیر سے حوالے پیش کِئے اَور مولوی حاکم علی کے دلائل کو ضعیف قرار دیتے ہوئے جدید سائنس دانوں مثلاً نیوٹن، آئن سٹائن اَور البرٹ ایف پورٹا پر شدید تنقید کی۔ وُہ لکھتے ہیں کہ "یورپ والوں کو طریقۂ اِستدلال اصلاً نہیں ہے، اُنہیں اثباتِ دعویٰ کی تمیز نہیں"۔[118]

مولوی صاحب نے ان سے اپنے خط کے اِختتام پر اِلتجا کی تھی۔ "غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفِق ہو جاؤ تو پھر اِنشاء اللہ العزیز سائنس کو اور سائنس والوں کو مُسلمان کیا ہوّا (پائیں گے)"۔[119]

---

[118] نزُولِ آیاتِ فرقان بسکُونِ زمین و آسمان، ص ۳۰

[119] نزُولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان، ص ۵

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے مولوی صاحب کی اس التجا کے جواب میں تحریر کیا :-

"محبّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دُور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام؟ وُہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے مسائل سے اُسے خلاف (اختلاف) ہے، سب میں مسئلۂ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلۂ اسلامی کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہٖ تعالیٰ دُشوار نہیں۔" [120]

جناب مفتی تقدّس علی خان[121] بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں دیکھا ہے کہ جب کبھی مولوی حاکم علی بریلی شریف آیا کرتے تھے تو مولوی صاحب اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان مختلف سائنسی آلات کو کنوئیں میں معلّق کر کے حرکتِ زمین یا رَدِّ حرکتِ زمین کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ پر مفصّل و مدلّل بحث ہوا کرتی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس بحث و دلائل کی مجھے سمجھ نہیں آتی تھی۔ پھر بھی میں بغور اِس دلچسپ کھیل کو دیکھا کرتا تھا۔ [122]

مولانا حسنین[123] رضا خاں اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھتے ہیں :-

"لاہور کالج کے پروفیسر حاکم علی صاحب نے جب یہ سُنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ سائنس بھی خوب جانتے ہیں۔ وُہ اُس وقت لاہور کالج میں پروفیسر تھے، سائنس کے بعض مسائل میں اُلجھے ہُوئے تھے، وُہ انہی مسائل میں تبادلۂ خیال کے لیے چھٹی لے کر

---

[120] نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ص ۳۱

[121] مفتی تقدّس علی خان، شیخ الجامعہ قادریہ پیرجوگوٹھ، آپ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے ہم جدّ اور شاگرد ہیں۔ اور ان کے بڑے صاحب زادے مولانا حامد رضا خان بریلوی کے داماد ہیں۔

[122] از افادات حکیم محمد مُوسیٰ صاحب امرتسری ریلوے روڈ لاہور

[123] مولانا حسنین رضا خاں مرحوم، امام احمد رضا بریلوی کے برادرِ اصغر مولانا شاہ حسن رضا خاں (باقی بر صفحۂ آئندہ)

بریلی آئے اور ان مسائل کے متعلق روزانہ وُہ کسی سائنس کے مسئلے پر تبادلۂ خیال کرتے تھے، تقریباً ایک مہینے تک تبادلۂ خیال کیا، واپسی کے وقت اپنے سفر کی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ اِس مدت میں وُہ اعلیٰ حضرت کے مہمان بھی رہے۔" [124]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

حسن بریلوی (۲۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ – ۳ شوّال ۱۳۲۶ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء) کے منجھلے بیٹے تھے۔ ۱۳۱۰ھ میں بریلی میں پیدا ہُوئے۔ دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی اور مدرسہ ارشاد العلوم، رام پور میں تعلیم حاصل کی۔ امام احمد رضا سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ "منظرِ اسلام" بریلی میں تدریسی خدمات کے ساتھ "حسنی پریس" بھی قائم کیا۔ امام احمد رضا خاں کی کتابیں ان کی نگرانی میں اسی پریس میں چھپتی رہی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی ایک صاحبزادی آپ سے منسوب تھیں۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے سرگرم رکن تھے اور ماہوار جریدہ "الرّضا" کے مدیر تھے۔ بے داغ شعر کہتے تھے۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۰ء کو بریلی میں فوت ہُوئے۔ ان کی معروف تصنیف "دنیائے اسلام کے اسبابِ زوال" کو "عظیم پبلی کیشنز، لاہور" نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

ان کی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ہیں :-

۱۔ وحشتِ کربلا (۲) نظامِ شریعت (۳) وہابیا شریف (۴) دُنیائے اسلام کے اسبابِ زوال

[124] مراسلہ بنام ظہور الدین، مؤرخہ ۲۵ جنوری ۱۹۸۳ء از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ، سندھ

بلکہ ہی کہ زمین مع آسمان سکون میں ہیں وہ تو نہیں اُن چکر کے قائل انساں بہکے ہیں

ثبوت چاہو تو دیکھو افادات

اعلیحضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملت رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مسمے بنام تاریخی

نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان

١٣٣٩ھ

جس کو مالک مطبع

مولٰنا محمد حسنین رضا خاں صاحب ابن عاشق رسول اُستاذِ زمن مولٰنا حسن مرحوم نے

اپنے

حسنی پریس محلہ سوداگران بریلی میں چھاپا اور شائع کیا

باراول ۱۰۰۰ خورشید رقم قیمت ۲ ؍

سرورق رسالہ "نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان" از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

یاسیدی اعلیحضرت سلمکم اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد ھذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسک السموٰت والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال وایضا (اولم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (ما لکم من) زائدۃ (زوال) عنھا الی الاخرۃ وایضا (وان) ما (کان مکرھم) وان عظم (لتزول منہ الجبال) المعنی لا یعبأ بہ ولا یضرہ الا انفسھم والمراد بالجبال ھنا قیل حقیقتھا وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القرار والثبات وفی قراءۃ بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففۃ والمراد تعظیم مکرھم وقیل المراد بالمکر کفرھم ویناسبہ علی الثانیۃ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا وعلی الاول ما قرئ وما کان۔ دستدار من دامت برکاتکم وایں است از تفسیر حسینی ان اللہ بدرستیکہ خدائے تعالےٰ یمسک السمٰوٰت والارض نگاہ میدارد آسمانہا وزمین را ان تزولا برائے آنکہ زائل نشوند از اماکن خود چہ ممکن را در حال بقا ناچار است از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چوں یہود ونصاریٰ عزیر وعیسیٰ را بفرزندی حق سبحنہ نسبت کردند آسمان وزمین نزدیک باں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالےٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند وایضاً اولم تکونوا در جواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ اقسمتم من قبل سوگند می خوردید پیش از یں در دنیا کہ شما پایندہ و خوابیدہ بدید

رسالہ "نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان" کا صفحہ ۲

لہ والمعنی ان کان مکرھم من الشدۃ بحیث تزول عنہ الجبال تنقطع عن اماکنہا ۱۲ منہ

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپکو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں حضرت مولٰنا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کی برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں بارک اللہ تعالے وتقبل اٰمین۔ امید ہے کہ بعونہ تعالے اس مسئلہ میں آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا وللہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ۔ بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ انشاء اللہ تعالے آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔ **اجمال** یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالے عنہم نے اس آیہ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی لی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہکر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھیے نمبر ۲) حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا (دیکھیے آخر نمبر ۲) ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی (ان تزولا)

رسالہ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان کا صفحہ ۵

المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ[۱۲۵]

اِس کتاب کے ظہور کا سبب بھی مولوی صاحب کا ایک سوال ہے جو انہوں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ارسال کیا تھا آپ لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ تولّیٰ سے منع فرمایا ہے۔ مگر ابوالکلام زبردستی تولّیٰ کے معنی معاملت اور ترکِ موالات کو ترکِ معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں ـــــــ (انہوں) نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اِسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری اِمداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جاوے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہٰذا اِس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلا دی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہو گیا۔"[۱۲۶]

مولوی صاحب کے اِس خط کے جواب میں اِمام احمد رضا نے مذکورہ عنوان کے تحت ۰۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی جس میں اِس بحث کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت خوبصورت انداز میں سمیٹ دیا ہے۔ اِس دَور میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں، مولانا شوکت علی، ملک لال خاں، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا آزاد سبحانی اور مولوی محمود حسن تحریکِ ترکِ موالات کو کامیاب بنانے کے لِئے علی گڑھ یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج لاہور کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔ مگر مولوی حاکم علی مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی کے پیشِ نظر مسلمان طلباء کو اس تحریک کا سپاہی بننے سے روک رہے تھے اور کسی حد تک اپنے اِس مقصد میں کامیاب تھے کیونکہ طلباء اور والدینِ طلباء کی اکثریت ان کے مخالف تھی۔ وہ تعلیم کے حصول کے حق میں تھے۔

---

۱۲۵ "ہند کیا ہے؟" سمجھنے کے لِئے یہ تاریخی کتاب حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے، تحریکِ آزادیٔ ہند خصوصاً تحریکِ ترکِ موالات وغیرہ کے باب پر تحقیقی کام کرنے والوں کو اِس کا مطالعہ کرنا چاہیئے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب "اوراقِ گم گشتہ" (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء) میں مذکورہ پوری کتاب شامل کر دی ہے۔

۱۲۶ المحجۃ المؤتمنہ فی آیت الممتحنہ مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء، ص ۲

مسلمانو! دیکھو اور دل میں غور و انصاف سے ایک نگاہ ڈالو پھر تمہارا ایمان جو بتائے

بحمدہ تعالیٰ

حالات دائرہ پر دو ضروری فتوے

پہلا فتوےٰ دربارۂ معاملت مجردہ کہ سوا مرتد ہر کافر سے جائز ہے

دوسرا فتوےٰ مسمیٰ بنام تاریخی

المحجة المؤتمنة في آية الممتحنة ۱۳۳۹ھ

جسمیں دونوں آیۂ کریمہ سورۂ ممتحنہ کا نہایت نفیس و جلیل بیان ہے کہ اس فتوے کے سوا کہیں نہ ملیگا اور اس بارے میں ائمہ حنفیہ کا مسلک اور یہ کہ موالات مطلقاً کسی کافر سے جائز نہیں اور یہ کہ وداد و اتحاد جو ہنود سے منایا جاتا ہے اور ان سے استعانت اور انھیں معابد و حلیف بنانا اور انکا مساجد میں لیجانا خصوصاً واعظ بنا کر یہ سب حرام قطعی ہیں مسئلہ استعانت کی وہ تحقیق جلیل کہ اسی فتوے کا خاصہ ہے نیز ترک تعاون و امداد مدارس پر اجمالی کلامی بحث

ازافادات

مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیحضرت عظیم البرکۃ امام اہلسنت متع اللہ المسلمین بطول بقائہم

(باہتمام مولوی حسنین رضا خاں صاحب)

مطبع حسنی بریلی میں چھپا اور جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ نے اپنے صرف سے شائع کیا

بار اول ... جلد

قیمت ۱۲؍

سرورق: رسالہ "المحجة المؤتمنة" مصنفہ امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی۔اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اللہ تعالےٰ نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کیساتھ تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابو الکلام زبردستی تولّی کے معنی معاملت اور ترک موالات کو ترک معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالےٰ کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے مذکور نے ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جبتک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کیجائے اور یونیورسٹی سے اسکا قطع الحاق نہ کیا جاوے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دیدیا کہ اگر ایسا نہو تو کالج چھوڑدو لہذا اسطرح سے کالج میں بےچینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا علامہ مذکور کا یہ فتوےٰ غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جسکے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہورہے ہیں مذکور۔ مولوی محمود الحسن صاحب۔ مولوی عبد الحی صاحب دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتویٰ اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتویٰ دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوےٰ کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ۔ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

رسالہ "المحجة المؤتمنة" کا صفحہ ۲ (مولوی حاکم علی کے تاریخی مرسلہ کا متن)

المجحہ کے مطالعہ سے جہاں یہ بات کھُل کر سامنے آتی ہے کہ اِمام احمد رضا اور اُن کے ہم نوا علماءؒ مشائخ کی بدولت دو قومی نظریہ ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مسلّمہ نظریہ بن چکا تھا، کے ایل گابا یہ بتائے بغیر کہ کِن حضرات کی بدولت اِس نظریہ کو احیاء نصیب ہوا، لکھتے ہیں :-

"دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلّمہ نظریہ بن چُکا تھا۔" [۱۲۷]

وہاں مولوی حاکم علی کی ان مزید کوششوں کا سراغ ملتا ہے جو اُنھوں نے "پیارے" مُسلمانانِ ہند کو جمیعت العُلماء کی دست بُرد سے بچانے کے لِئے انجام دیں ——— جس کے مُفتیوں نے "تحریکِ ہجرت"، "ترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحاد و داد" جیسی نقصان دِہ تحریکوں کو مُسلمانوں میں محبُوب و مقبُول بنانے کے لِئے بالکل مذہبی رنگ دے دیا تھا اور قرآن و حدیث و احکامِ شرعیہ میں دیدہ و دانستہ تحریف کے مرتکب ہُوئے تھے۔ [۱۲۸] مزید برآں اُنھوں نے ملّتِ اِسلامیہ کی تعمیر و تخصیص اور رہنمائی کے لِئے "فتوائے اصلی جمعیت علمائے ہند" [۱۲۹] لاہور سے رسالے کی صُورت میں شائع کیا۔ مذکورہ فتویٰ اُس زمانے میں روزانہ پیسہ اخبار میں بھی چھپا تھا۔

۱۲۷؎ مجبُور آوازیں از خالد لطیف گابا، مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۰

۱۲۸؎ دیباچہ از عبد المنّان اعظمی۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم (از امام احمد رضا) مطبُوعہ مُبارک پُور اعظم گڈھ، انڈیا ۱۹۸۱ء بارِ اوّل، ص ۳، ۴

مذکُورہ فتاویٰ رضویہ کے صفحہ ۹۶ پر مرزا محمد اسمٰعیل بیگ نے اپنے سوال (بسلسلہ شورش نان کو آپریشن اور ہندو مُسلم اتحاد) محررہ ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ / ۳ مئی ۱۹۲۱ء میں مولوی حاکم علی صاحب کا ضمناً ذکر کیا ہے۔

۱۲۹؎ رسائلِ رضویہ (جلد دوم) مرتبہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پُوری، مشمولہ المحجۃ المؤتمنہ مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۸۶۔

اصلی اور سچی جمعیۃ العلمائے ہند کا فتویٰ

جواز معاملت با کفار و یہود و نصاریٰ و عدم جواز با معاملت وہابیہ دیوبندیہ

حال میں مولوی حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی کا جو عالم متبحر ہیں فتویٰ ترک موالات کے خلاف شایع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح علمائے عرب و عجم کے سرتاج ہیں حتیٰ کہ کسی شخص کو بھی اُنکے تفقہ اور تبحر علمی کے اعتراف سے گریز نہیں ہو سکتی چنانچہ خود مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم اے ایل مولوی فاضل و منشی فاضل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور حضرت شاہ صاحب ممدوح کی نسبت حب ذیل تحریر فرماتے ہیں

"مولنا مولوی شاہ احمد رضا خانصاحب کا تبحر علمی و تفقہ علمائے احناف کے نزدیک مسلم ہے انکی وسعت علمی اور دقیق النظری اور استنباط مسائل اجتہادیہ پر مجھے پورا وثوق ہے۔ اُن کے فتاوائے عربیہ اس امر کی تصدیق کیلئے کافی ہیں اور علمائے ممالک غیر اُنکی علمی خدمت کے معترف ہیں"

تو آپ برادران اسلام انصاف فرمائیں کہ میں نے آپکو کوئی غلط مشورہ نہیں دیا تھا۔

پیارے بھائیو! میں تو ہر وضو میں سر کا مسح کرتے یہ پڑھا کرتا ہوں (ترجمہ) راضی ہوا میں ساتھ اللہ تعالیٰ کے بحیثیت رب کے اور ساتھ اسلام کے بحیثیت دین کے اور ساتھ ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بحیثیت نبی اور رسول کے اور ساتھ قرآن کے بحیثیت امام کے اور ساتھ نماز کے بحیثیت فریضہ کے اور ساتھ مومنوں کے بحیثیت برادران کے اور ساتھ صدیق کے اور ساتھ فاروق کے اور ساتھ ذوالنورین کے اور ساتھ مرتضیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ اُنسے راضی ہووے"۔ تو پیارے بھائیو یعنی سچے مسلمانو یعنی اصلی سُنیو یعنی اصلی حنفیو اصلی شافعیو اصلی مالکیو اصلی حنبلیو نہ کہ نقلی حنفیو! میں راضی ہوا ہوں کہ آپ میرے بھائی ہیں اور میں آپکے اصلی سنی ہونے پر راضی ہوں تو یہ کب ممکن تھا کہ میں آپکو غلط مشورہ دیتا یا دوں۔ خدا وند کریم ہم سب اصلی سنیوں کو شر شیطان شر نفس اور شر دشمنان سے بچائے اور سخت ترین ہمارے دشمن دیوبندیہ وہابیہ ہیں کہ اپنے تئیں حنفی قرار دیکر ہماری جڑیں اُکھاڑنا چاہتے ہیں

یہ بھی سُن لیجیے کہ ۳۵[130] سال کی عمر میں میں نے بیعت طریقہ کی۔ میں امامت نماز کرانے سے تامل کیا کرتا تھا۔ ایک وقت آ گیا کہ میرے مرشد نے مجھے امامت نماز سپرد کی اور میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے ایکوقت مجھے اپنے ضمن میں لیلیا یعنی وصیت مجھے فرما کر وصی مقرر فرمایا اور آخر میں میری داڑھی دست مبارک میں لیکر فرمایا کہ ”تو میں ہیں۔ میں تینوں اللہ دی سپرد کیتا“۔ تمام شجرے شریف مجھے عطا فرمائے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میری رسائی ایک خاص مقام تک ہو گئی تو میں حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے روضۂ مبارک میں حاضر حضور پُرنور ہوا تو القاء فرمایا کہ تجھکو ہم نے پاک کیا پیارے بھائیو! یہ ہے میرے مولوی اور مفتی اور اہل طریقہ ہونے اور خلیفۂ مجاز اور وصی ہونے کی سند لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدا گواہ ہے اور سارا جہان گواہ رہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں سر مو بھی فرق نہیں ہے۔ میں ایک سال سے گاندھی کا خاموش مقابلہ کر رہا تھا۔ کئی دفعہ جوش میں آیا۔ استخارہ کیا مگر اجازت نہ ملتی تھی۔ اب جو گاندھی اور دیوبندیوں کے خلاف میرے پاس کافی مصالحہ اللہ تعالیٰ نے جمع کرا دیا تو استخارہ کیا۔ اجازت مل گئی لہٰذا میں گاندھی اور دیوبندیوں وغیرہ کیساتھ جہاد کرنے پر کھڑا ہو گیا ہوں۔ گاندھی تمہاری جڑھ اکھاڑنیکی فکر میں ہے۔ ہمارے سادہ لوح شوکت علی اور محمد علی اور اپنے علم کے نشے سے مخمور علامہ ابو الکلام اسکی چال سے واقف نہیں ہیں اور در اصل تو ابو الکلام آزاد نے اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے تئیں ہلاکت میں ڈال لیا ہوا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ ابو الکلام کو اس رسے سے باندھکر گاندھی کلکتہ سے بمبی کھینچ لایا ہے۔ **ابو الکلام تو گاندھی کے سامنے دم نہیں مار سکتا**۔ یہ تو وہ مثال ہے کہ سانپ کے منہ میں چھپکلی آ گئی۔ کھا جائے تو کوڑھی ہو جائے اور چھوڑ دے تو کل داغ لگ جائے“۔ علامہ ابو الکلام اے خداوند کریم تجھکو انکے پنجہ سے خلاصی دے بحرمت سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔ اور تمکو اور دونوں برادروں کو میری طرف لے آئے کہ اصلی سُنی ملت کی شریعت پر کاربند ہو جاؤ اور دیوبندی وہابیوں یعنی نقلی حنفیوں سے محفوظ ہو جاؤ۔ گاندھی نے تمہاری جڑھ پر اپنی کلہاڑی کی حال میں کونسی ضرب لگائی؟ یہ کہ پہلے بنارس تو نہ گیا۔ کیا پتے بازی کی؟ یہ کہ گاندھی اور لاجپت رائے اور مدن موہن مالوی ظاہراً آپس میں بگڑے اور یہ سوانگ بنالیا کہ گاندھی تو ہمارا معاون بیٹھا۔ بھائیو یہ در اصل

---

[130] مولوی حاکم علی کے تعلیمی ریکارڈ کے اندراجات کے مطابق ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۶۹ء نکلتی ہے۔ حضرت میر جان کابلیؒ کا وصال ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ وہ ۳۵ سال کی عمر میں حضرت میر جان کابلیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بروایت میاں اخلاق احمد ایم اے، مولوی صاحب کالج کے پرنسپل بننے کے بعد بیعت ہوئے تھے مولوی صاحب ۹۹/۱۸۹۸ء میں پرنسپل ہوئے۔ اس حساب سے اُن کی تاریخ پیدائش ۱۸۶۳ء نکلتی ہے۔ محمد صدیق

تمہارے ساتھ عدم تعاون ”تعلُّو“ کر رہا ہے۔ نہ کہ انگریزوں کیساتھ عدم تعاون۔ اس بہروپیے سے بچو۔ لاجپت رائے عدم تعاون کے خلاف ہو گیا اور مدن موہن مالوی بھی کہ بنارس کالج اور ڈی اے وی کالج کی حفاظت کرتے رہیں۔ اور ایک آدھ بہروپی مثال جہاں کر مسلمان کے بچوں کو بھڑکاتے رہیں کہ علی گڑھ کالج اور اسلامیہ کالج لاہور اور اسلامیہ مدارس کو تباہ کر دیں۔ اور سوراجیہ سارا کا سارا آپ ہی گم کر جائیں اور مسلمانوں کو ساتھ ملا کر گائے کا مذبح ہونا قانوناً بند کرا لیں کہ جب سارا سوراجیہ گم کر جائیں اور گائے کا ذبح ہونا قانوناً بند کرا لیں تو پھر انگریزوں کے دوست بنکر پہلے پہل مسلمانوں کو تو ہلاک کر لیں اور پھر انگریزوں کے ساتھ بھی بھگت لیں۔ اس میرے بیان کے ثبوت میں دیکھو پرچہ زمیندار ۲ نومبر ۱۹۲۰ء

فالحمد للہ والمنۃ کہ بتاریخ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالیجناب مؤید ملت طاہرہ اعلیحضرت مولینا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی کا فتویٰ موصول ہوا ہے۔ میرے فتوے کی پوری پوری تصدیق ہو گئی بلکہ بہت کچھ مزید درج ہے اسی سے مجھے ٹھیک پتہ لگا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تو سرو سرغنہ دیوبندیہ ہیں۔ یا اللہ میری توبہ مجھ سے یہ غلطی بڑی ایک

دوست نے کرا دی۔ اب میں بر سر مطلب آتا ہوں۔ وہ خط مبارک جو شاہ صاحب قبلہ کے فتوے کیساتھ لف تھا حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم کرمفرمائے جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہم۔ بعد ادائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل ۱۱ بجے آپ کا فتویٰ آیا۔ اسوقت سے شب کے ۲ بجے تک اہم ضروریات کے باعث ایک حرف لکھنے کی فرصت نہیں ہوئی۔ آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا۔ امید ہے کہ مجموعۂ فتاوے کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو۔ اور مولے تعالیٰ قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے (فقیر مصطفٰے رضا قادری)

فتویٰ مبارک حسب ذیل ہے

الجواب:۔ موالات ومجرد معاملت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دینوی معاملت

جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں۔ ذمی تو معاملات میں مثل مسلم ہے لہم مالنا وعلیہم ما علینا۔ اور غیر ذمی سے بھی خرید فروخت اجارہ استجارہ ہبہ استیہاب بشروطہا جائز۔ خریدنا مطلق ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز جس میں اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو اُسے نوکر رکھنا جس میں مسلم پر اسکا استعلا نہ ہو اسکی جائز نوکری کرنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو۔ ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو۔ اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہ حلال ہے۔ وہ صلح کیطرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال۔ یونہی ایک حد تک معاہدہ ومواعدت کرنا بھی اور جو جائز عہد کر لیا اسکی وفا فرض ہے اور غدر حرام۔ الی غیر ذلک من الاحکام۔ درمختار میں ہے۔ "والمرتد یحبس ابدا ولا تجالس ولا تواکل حتی تسلم ولا تقتل اھ قلت وھو الحلیۃ فانہا تبقی ولا تکفی وقد شملت المرتد وعصارنا وامصارنا لامتناع القتل"۔ محیط میں ہے۔ "اذا خرج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان امرا لا یخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعہد یعرفون بذالک ولہ فی ذالک منفعۃ فلا باس"۔ ہندیہ میں ہے۔ "اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذالک

منہ وکذالک اذا اراد حمل الامتعۃ الیہم فی البحر فی السفینۃ"۔ اسی میں ہے۔ "قال محمد لا باس بان یحمل المسلم الی اہل الحرب ما شاء الا الکراع والسلاح فان کان خزا من ابریسم او غیلا رقاقا من القز فلا باس بادخالہ الیہم ولا باس بادخال الصفر والشبہ الیہم لان ہذا لا یستعمل للسلاح"۔ اسی میں ہے "لا یمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر"۔ فتاوی امام طاہر بخاری میں ہے "مسلم آجر نفسہ من مجوسی لا باس بہ"۔ ہدایہ میں ہے "من ارسلہ اجیرا لہ مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یہودی او نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ"۔ درمختار میں ہے "الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم"۔ محیط میں ہے۔ "قال محمد

۲۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء

ما بعثہ ملک العدو من الہدیۃ الی امیر الجیش المسلمین او الی الامام الاکبر وہو مع الجیش فانہ لا باس بقبولہا ویصیر فیئا للمسلمین وکذالک اذا اہدی ملکہم الی قائد من القواد المسلمین لہ منعۃ ولو کان اہدی الی واحد من کبار المسلمین لیس لہ منعۃ یختص ہو بہا"۔ اسی میں ہے "لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاہدی امیرہم الی ملک العدو ہدیۃ فلا باس بہ وکذالک لو ان امیر الثغور اہدی الی ملک العدو ہدیۃ واہدی ملک العدو الیہ ہدیۃ"۔ وقال اللہ تعالیٰ "والمحصنت من المؤمنت والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اذا آتیتموہن اجورہن"۔ وتمام تحقیقہ فی فتاوینا۔ وقال اللہ تعالیٰ "وان جنحوا للسلم فاجنح لہا" وقال تعالیٰ

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم
ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی
مدتھم ان اللہ یحب المتقین وقال اللہ تعالیٰ
واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولاً وعنہ صلے اللہ
تعالیٰ وسلم۔ الصلح جائز بین المسلمین الاصلحا
احل حراما اوحرم حلالا۔ وقال صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لا تغدروا۔

وہ الحاق اور اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف
اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اسکی
طرف منجر تو اسکے جواز میں کلام نہیں۔ ورنہ ضرور
ناجائز وحرام ہوگا۔ مگر یہ عدم جواز اس شرط یا
لازم کے سبب سے ہوگا۔ نہ بربنائے تحریم مطلق
معاملت جسکے لئے شرع میں اصلا اصل نہیں
اور خود ان مانعین کا طرز عمل انکے کذب دعوے
پر شاہد۔ ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت
نہیں؟ فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے
اور انکے استعمال میں دینا عجب کہ معاملت
میں مال دینا حلال اور لینا حرام۔ اس کا جواب
یہ دیا جاتا ہے کہ ریل ڈاک تار ہمارے ہی
ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنتے ہیں۔
سبحان اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان
سے آتا ہے؟ وہ بھی یہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا
کہ معاملت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا
مشروع اور خود نفع لینا ممنوع۔ اس الٹی عقل
کا کیا علاج۔ مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے
نہ صرف شریعت بلکہ نفس اسلام کو پلٹ دیا۔
مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد
فرض کیا۔ خوشنودئ ہنود کیلئے شعائر اسلام
بند اور شعائر کفر کا ماتھوں پر علم بلند۔ مشرکین

کی جے پکارنا۔ انکی حمد کے نعرے مارنا۔ انہیں
اپنی اس حاجت دینی میں جسے نہ صرف فرض
بلکہ ایمان ٹھہراتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں شریک
نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں۔ اپنا امام و
ہادی بنانا۔ مساجد میں مشرک کو لیجا کر مسلمانوں
سے اونچا کھڑا کرکے واعظ مسلمین ٹھہرانا مشرک
کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لیجانا مساجد
کو اس کا ماتم گاہ بنانا اس کیلئے دعائے مغفرت
ونماز جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ
بہ افعال موجب کفر و مورث ضلال۔ یہاں تک
کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو
راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لوگے۔ صاف
لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانیکی فکر میں ہیں جو
ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دیگا اور سنگم اور پریاگ
کو مقدس علامت ٹھہرا دیگا۔ صاف لکھ دیا کہ
ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر
نثار کر دی۔ یہ ہے یہ ہے موالات یہ ہے حرام
یہ ہیں کفریات یہ ہیں ضلال تام۔ فسبحان مقلب

روزانہ پیسہ اخبار لاہور

القلوب والابصار ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ الواحد القہار واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

جواب امام اہلسنت دامت برکاتہم عین حق
ہے۔ کلام الامام امام الکلام۔ دیوبندیوں
نے منع استصواب حق وصواب مگر تھانوی
صاحب کا استثنا عجب العجائب یہ سر دو سر غنہ
دیوبندیہ ہیں۔ افعی راکشتن وبچہ اش را نگاہ
داشتن کا حال معلوم نہ کہ بچگان کشتن و

افعی راگذاشتن۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری عفی عنہ
مہتمم دار الافتائے اہل سنت وجماعت بریلی
محمد عبد اللہ السنی الحنفی القادری الرضوی البہاری
محمد عبد الرحمن عرف محمد رضا خاں قادری
حامد رضا خاں قادری ولد اعلیحضرت مولٰنا
احمد رضا خاں

خیر اب سب اہل اسلام جان لیں کہ ہندوؤں
اور باقی کافروں اور یہود و نصاریٰ کیساتھ
تولّی جائز نہیں۔ مگر معاملت جائز ہے۔ لہذا
علی گڑھ کالج کا الحاق اور اسلامیہ کالج کا الحاق
جائز ہے اور سرکار سے ان دونوں کیلئے امداد
لینا جائز ہے۔ پس تو اب بھیا چھوڑ دو گاندھی
کا اور دیوبندیوں کا اور اللہ کے توکل پر خاموش
ہو کر اپنے جائز کاروبار میں مصروف ہو کر اللہ
تعالیٰ کی عبادت کرو۔ (خادم اسلام فقیر
حاکم علی۔ ۲۳ صفر ۱۳۳۹ھ) [۱۳۱]

---

[۱۳۱] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۳۔ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴۔

چلتے چلتے پروفیسر مولوی حاکم علی رحمۃ اللہ علیہ کے اُس معرکۃ الآرا مطبوعہ فتویٰ (ابطالِ فتوے[۱۳۲] ابُوالکلام) کا عکس بھی ملاحظہ کیجئے جس میں اُنہوں نے قرآن و حدیث اور تاریخ کے حوالوں کی روشنی میں بلا خوفِ لامۃ لائم ہندوؤں کی عیّاریوں کی خوب قلعی کھولی ہے ——— در حقیقت "ہندو ذہن کی تفہیم، تحریکِ پاکستان کو سمجھنے کا نکتۂ آغاز ہے"[۱۳۳] ——— "نئی نسل کی بد قسمتی کہ پُرانی نسل کے اِن تجربات کو ہندو فلسفۂ سیاست کے عملی مظاہر کے طور پر محفوظ رکھنے کا کوئی اِنتظام نہ کیا گیا اور اِس کوتاہی کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے"[۱۳۴]

---

[۱۳۲] منشی تاج الدین احمد تاجؔ (م۔ ۱۹۵۹) ایڈیٹر روزنامہ "امام" اور اخبار "ہنٹر" لاہور نے اپنی کتاب "ہندوؤں سے ترکِ موالات" مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں اِس فتویٰ کی اشاعت پر مولوی حاکم علی کو درجِ ذیل الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے :۔

"جناب مولٰنا مولوی حاکم علی صاحب پروفیسر اِسلامیہ کالج، لاہور نے مولوی ابُوالکلام کے فتوے کا ابطال کرتے ہُوئے اِس موضُوع پر نہایت قابلیّت سے بحث کی جس کا جواب ابُوالکلام وغیرہ آج تک نہیں دے سکے۔"

نوٹ :۔ مذکورہ کتاب مکتبۂ رضویہ، لاہور نے ۱۹۸۲ء میں جناب حمید راعی کے مربُوط و جامع پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دی ہے۔

[۱۳۳] نظریۂ پاکستان اور نصابی کُتب مطبوعہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۷۱

[۱۳۴] " " " " " " " " " " ۲۶۵

ابطال فتوئ ابوالکلام

لیست المعاملۃ[۱۳۵] بمعنے التولّے

انکشافات

(۱) قرآن مجید ج ۲۸ ع ۸ آیہ ۲ و ۳ - لاینھٰکمُ اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوآ الیھم طان اللہ یحب المقسطین ہ انما ینھٰکمُ اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولّھم فاولئک ھم الظالمون ہ

(تفسیر حسینی) لائے ہیں کہ قوم خزاعہ کو حضرت پیغمبرؐ کیساتھ عہد وپیمان تہا اور اُنہوں نے ہرگز مسلمانوں کا قصد نہ کیا اور دین کے دشمنوں کو مدد نہ دی۔ حق سبحانہ نے ان کے بارہ میں فرمایا۔ نہیں نہی کرتا خدا تم کو اے مومنو اُن سے کہ جنہوں نے لڑائی نہ کی تمہارے ساتھ دین اور ملت کے کام میں اور نہ نکالا تم کو تمہارے گھروں و منزلوں سے یعنی خزاعہ کہ جنہوں نے تمہارے مقاتلہ اور اخراج میں کوئی دخل نہ کیا۔ عورتوں اور بچوں کے مقام میں ہیں۔ کہ انکو قتل و اخراج میں اتنا دخل نہیں ہے۔ فرمایا کہ خدا تم کو باز نہیں رکھتا ہے اس سے کہ انکے

---

۱۳۵ ترکِ موالات یا ترکِ تعلقات

گاندھی کی "تحریکِ نان کوآپریشن" کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔ اس کا تعلق صرف دُنیوی معاملات سے تھا۔ اس لئے اس تحریک کا نام "ترکِ تعلقات" یا "ترکِ معاملات" بالکل صحیح ہے۔ چُونکہ کافروں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے سے منع نہیں فرمایا گیا۔ لہٰذا کوئی بھی مُسلمان، کافروں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے سے کبھی کافر یا مُلحد نہیں بن سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے بعض ———— مُسلمانوں نے اس تحریکِ نان کوآپریشن کو خدائی حکم "ترکِ موالات" سے موسُوم کر دیا اور جو مُسلمان اس تحریک سے کنارہ کش رہے اُن کو کافر و مُلحد قرار دے دیا ———— اور خود اپنا رشتۂ اتحاد و موالات (دوستی) کافروں، مُشرکوں، بُت پرستوں سے جوڑ لیا۔ جب کہ ترکِ موالات کے معنی یہ ہیں کہ کافروں سے مُخلصانہ دوستی نہ رکھی جائے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر منع فرمایا گیا ہے۔

محمد صدیق

ساتھ نیکی کرو اور ان سے عدل کرو یا بھیجو ایک قسط اور بہرہ ان کیواسطے۔ تحقیق کہ خدا دوست رکھتا ہے عدل کرنیوالوں کو سوائے اس کے نہیں ہے کہ حق سبحانہٗ نہی کرتا ہے تم کو ان سے کہ جنہوں نے تمہارے ساتھ کارزار کیا دین خدا میں اور باہر کیا تم کو تمہارے گھروں سے اور معاونت کی اور پشت پناہ ہوئے دشمنوں کے تمہارے باہر کرنے پر تمہارے خانومان سے یعنی مکہ کے مشرک:۔ بعض تو حرب کے بندوبست کیساتھ آئے اور بعض کہ جنہوں نے کوشش سے اخراج کیا اور ایک جماعت کہ کوشش کرنیوالونکی یار تھی۔ باز رکھتا ہے خدا تم کو اس سے کہ دوستی کرو ساتھ انکے اور جو کہ دوست رکھے انکو پس وہ گروہ دوست رکھنے والوں کا وہ ستمگار ہیں کہ دوستی کی وضع غیر موضع میں کرتے ہیں کیونکہ دوستی خدا کیساتھ اور خدا کے دوستوں کے ساتھ چاہیئے۔ دوسروں کی دوستی سے کچھ نہیں ملتا۔ دوستی دغاباز حیلہ ساز سے توڑ۔ یار وہ طلب کر جو نقش وفا کا طالب ہو۔

توضیح

اس تفسیر شریف کے رو سے ہندوؤں کے ساتھ بھی تولے کرنا منع ہے۔ کیونکہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔ حضرت خلیل اللہ علی نبینا و علی الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جنہوں نے حضرت ذبیح اللہ علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا تہا۔ ایک بزرگ میدان حج میں لیٹ گئے اور کہا یا اللہ لوگ تیری راہ میں قربانیاں کر رہے ہیں۔ میرے پاس کوئی

قربانی نہیں ہے۔ ایک خود میں حاضر ہوں
انگشت شہادت گلے پر رکھکر بسم اللہ اللہ
اکبر کہتے ہوئے پھیر دی اور قربان ہو گئے
روح پرواز کر گئی۔ لہذا قربانی سے بھیڑ بکری
دنبے گائے اور اونٹ کو قتل کرنا مارنا اور
کشتہ کر دینا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ثبوت
محبت الٰہی میں انکو قربان کرنا مقصود ہے
تو گائے کی قربانی ہے جو مسلمان کرتے ہیں نہ
کہ گاؤکشی کرتے ہیں۔ گائے کا گوشت اللہ
تعالیٰ نے ہمارے لئے حلال کیا ہے تو
گائے کا گوشت ہم حلال کھاتے ہیں اور
جیسے شیخ سعدی رحہ نے تشریح کر دی کہ ؎

بے حکم شرع آب خوردن خطاست
اگر شرع فتوےٰ دہد خوں رواست

یعنی شرع کے حکم کے بغیر پانی پینا بھی خطا ہے
لیکن اگر شرع فتوےٰ دے تو خون کرنا روا
ہے۔ یہ تو ہمارے دین کا اور ہمارا عمل ہے
مگر تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ گائے کی
قربانی کے متعلق ہندوؤں نے کٹار پور میں
مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ کیا وہ قتل اور
اخراج نہیں تھا؟ کیا ۱۸۸۶ء میں جو کچھ
انہوں نے ملتان میں اور لاہور میں مسلمانوں
کے ساتھ کیا۔ کیا وہ قتال نہیں تھی (کیا
فسادات بہار اور ہندوؤں کے مظالم
کسی سے پوشیدہ ہیں) کیا سکھوں نے
لاہور کے لنڈے بازار والی مسجد میں قبضہ
نہیں کیا ہوا اور بجائے مسجد کے وہاں پاخانہ
وغیرہ نہیں بنایا ہوا۔ اور کیا یہ مسلمانوں کا
اخراج نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کا گھر مسلمانوں
کا گھر نہیں؟ کیا سکھوں نے مسلمانوں کو آجتک

انکو خدا کے اس گھر اور لہذا انکے گھر سے نکالا
ہوا نہیں ہے تو کیا مندرجہ بالا منع توڑتے جو اللہ
پاک نے فرمایا ہے ہندوؤں سے نہ ہوا۔ کاش
کہ اسلامی فہم لینے اوپر سے گرد و غبار دور کریں
کہ انکو یہ ساری حقیقت کھل جائے۔ لہذا
سمجھ لو اور ایمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو انگریزوں
اور ہندوؤں دونوں کے ساتھ تولّے
کرنے سے منع فرماتا ہے نہ کہ صرف انگریزوں
سے جیسے کہ اپنی دہن کے دھوئیں دار نشہ میں
آکر بعض ہمارے لوگ حالت سکر میں آکر
کہہ رہے ہیں جیسے کہ پرچہ زمیندار روزنامہ
۲۶۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں درج ہے اور نہایت
زبردستی کلام پاک سے درج کیا ہے کہ لم
یقاتلوکم کے معنے کے اطلاق میں کہدیا کہ
"اہل ہنود موجودہ حالات میں نہ تو ہم سے
سے برسر پیکار رہے ہیں یعنی بجائے نہیں
لڑے تمہارے ساتھ" کا اطلاق کرکے نہیں
لڑتے تمہارے ساتھ کا اطلاق کر دیا۔ ہائے
رے ظلم۔ اور لم یخرجوکم کے معنے کے اطلاق
میں کہدیا کہ "اور نہ ہمیں اپنے گھروں سے خانہ
بدر کر رہے ہیں"۔ یعنے بجائے نہیں نکالا تم کو"
کا اطلاق کرنے کے "نہیں نکالتے تم کو" کا اطلاق
کر دیا۔ ہائے رے ستم! یعنی بجائے لم یقاتلو
کم کے لا یقاتلونکم کا اطلاق کر دیا اور بجائے
لم یخرجوکم کے لا یخرجونکم کا اطلاق کر دیا
اور عن الذین قاتلوکم فی الدین اور اخرجکم
کے مابین کی عبارت پاک یعنی و اخرجوکم و ظاہرو
وعلی کو گم ہی کر دیا کہ یہ پتہ نہ لگ جائے کہ جو
تمہارے ساتھ لڑے اور جنہوں نے تم
کو نکالا اور جنہوں نے تمہارے نکالنے میں

مدد کی:: ان کے ساتھ بھی تولے منع ہے۔
کیونکہ ہندوؤں نے دل کھول کھول کر
مدد دی ہوئی ہے۔ سارا مقصود مد نظر ان
صاحبان سکر کے یہ رہا ہے کہ کسی طرح ہندوؤں
کے ساتھ تولے ثابت رہے خبردار ہو جاؤ
نہ تو ہندوؤں کیساتھ تولی جائز ہے اور
نہ انگریزوں کے ساتھ:۔
تولی اور موالات اور معاونت و معاملت
کی بحث آگے آتی ہے۔ جس سے یہ صاف
ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں اور انگریزوں
کے ساتھ تولی جائز نہیں ہے مگر ان دونوں
کے ساتھ معاملہ جائز ہے لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ۔ خدا گواہ ہے اور سارا جہان
گواہ رہے کہ میں ہندوؤں اور انگریزوں
کے ساتھ تولی نہیں کرتا ہوں۔ جسے اللہ
پاک نے منع فرمایا ہے۔ مگر معاملہ کرتا ہوں
جسے اللہ پاک نے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ
معاملہ کرنے کا جواز قرآن مجید سے صاف
ظاہر ہے۔ فرمایا
"اہم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا
بینهم معیشتهم فی الحیوٰة الدنیا ورفعنا بعضهم
فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخریا
ورحمت ربک خیر مما یجمعون۔
(تفسیر حسینی) لاجرم حق سبحانہ نے انکے
جواب میں فرمایا ہے کہ آیا وہ بخشش کرتے
ہیں رحمت تیرے پروردگار کی کہ نبوت
ہے یعنی آیا رسالت کی مفاتیح انکے تصرف
کے ہاتھ میں ہیں تا کہ جس پر کہ وہ چاہیں
رسالت کا دروازہ کھول دیں۔ ہم نے تقسیم
کی انکے درمیان انکی معیشت کو یعنی وہ جسکے

ساتھ زندگانی بسر کرتے ہیں حیات دنیا میں اور
وہ اسکی تدبیر اور تغیر سے عاجز ہیں۔ پس کہاں
امر رسالت میں کہ اعلےٰ مراتب انسانیہ ہے دخل
کریں اور بلند کیا ہم نے ان میں سے بعض کو یعنی
آدمیوں کو اوپر بعض کے درجائے روزی میں
تا کہ ایک تونگر ہے اور دوسرا درویش یا حریت میں
کہ ایک آزاد ہے اور دوسرا بندہ یا فضایل میں
کہ ایک فاضل دوسرا مفضول ہو اور خصائل سلمی
میں یا کہ درجوں کا تفاوت اخلاق حسنہ کیساتھ ہے
جس کسی کی خو کہ نیکوتر ہے اسکا درجہ بلند تر
اور یہ تفاوت ہم نے اسواسطے پیدا کیا تا کہ پکڑ لیں
بعضے آدمیاں بعضے دوسروں کو کار کنندہ یعنی
ایک جماعت کو کام فرمادیں تا انکی مہم ہو جائے اور
انکی معاش مہیا ہو جائے۔ ایک مال کیساتھ
معاون دوسرے کا ہووے اور دوسرا عمل کیساتھ
دوسرے کی مساعدت یعنی نیک مدد کرے تا
یہ صورت موجب انتظام امور دنیویہ کا ہووے
اور بخشش تیرے پروردگار کی یعنی بہتر ہے (اس
سے جو کہ) چنانچہ کافر جمع کرتے ہیں حطام دنیا
میں سے اور اسکو بزرگی کا سبب جانتے ہیں"

توضیح

تو امور دنیا میں کافروں کو اپنا معاون بنانا کہ
مال سے مسلمانوں کو مدد دیں اور مسلمانوں کا عمل سے
کافروں کا معامل بننا کہ انکی نیک مدد کی جائے
نہ کہ بد مدد انتظام امور دنیویہ کیلئے جائز ہے۔
لہذا انتظام امور دنیویہ میں کافروں کے معامل
بننا انکی مساعدت یعنی نیک مدد ہو جائز ہے
لہذا مسلمان بدستور کافروں کی وہ نوکریاں اور
مزدوریاں کرتے رہیں جن میں انکی نیک مدد
ہے نہ کہ بد

(۲) لتجدن اشد الناس عداوت اللذین
آمنوا الیہود والذین اشرکوا۔ البتہ پاتا ہے
تو سخت ترین مردموں کو از روئے دشمنی کے
ساتھ ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں جہودیوں
کو اور انکو جو شرک لائے ہیں۔ یعنی بدترین دشمنی
مومنوں کے ساتھ جہودوں اور مشرکوں کو ہے
اور اس سبب سے تمہاری مخالفت میں موافقت
رکھتے ہیں۔

توضیح

اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ "ہندو مشرک"
ہیں۔ ہندو مشرک ہیں خواہ کوئی ان میں سے
اپنے تئیں صوفی کہلائے۔ خواہ کوئی اپنے
تئیں روحانی زور والا بتلائے۔ حضرت مجدد
الف ثانی رحمۃ فرماتے ہیں کہ ہندو کہتے ہیں کہ ہمکو
ہندو کہو کافر نہ کہو۔ اور جہاں تک مجھے یاد رہا ہے
یہ کہ کافر تو ہیں ...... روحانی زور کی تفصیل
درکار ہے؟ انگریزوں پر تو روحانی زور نہ چلا۔
چلا تو چلا بیچارے سادہ لوح مسلمانوں پر اور
بیچارے سکھوں پر کہ ستیہ گرہ کی روحانی
طاقت سے کتنے قتل ہوئے۔ ہنٹر کمیٹی کے
فیصلہ کرنے والوں پر تو نہ چلا۔ چلا تو چلا بیچارے
ظفر علیخاں پر چلا اور نہ ہی انکو قید کا حکم دینے
والے اور سنانیوالے اور جیل میں لیجانیوالوں
اور منٹگمری پہنچانیوالوں پر چلا۔ ہم کو تو امید تھی
کہ اس جوگی کی طرح روحانی زور ہوگا جو آسمان
پر اڑا تھا اور حضرت داتا صاحب رح کی کھڑاویں
اس کو نیچے اتار لائی تھیں اور وہ مسلمان ہوا
اُن کی اولاد ہمارے پیارے مجاوران دربار
حضرت داتا صاحب ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

لہٰذا اس روحانی طاقت کے مدعی پر دعوے
جمایا جاتا ہے کہ اسکی روحانی طاقت کا نتیجہ ہے
جو کہ امرتسر میں ہوا اور جو کہ ظفر علیخاں کیساتھ ہوا
پس عبرت پکڑو اے بصیرت والو۔
(۳) "نان کو آپریشن"۔ جو اس مدعی طاقت
روحانی نے ہمارے لئے وضع کیا۔ انہیں چھرّوں
میں سے ہے جو اس نے پہلے چلائیں۔ ہمارے
مسئلہ جہاد کو ذبح کرکے مسئلہ ہجرت کو بھی نیم بسمل
کر دیا۔ اب خلافت کی باری ہے۔ کیا بھول چکے ہیں؟
یہ کہ جب خلافت کی کمیٹیاں عین جوش میں تھیں
تو مسٹر صاحب نے سب کی توجہ خلافت کے
امر کی طرف سے اپنی طرف کھینچ لی۔ مسٹر صاحب نے
کس کا کام کیا؟ اسی طاقت روحانی کا۔ ویسے ہی
نان کو آپریشن اسی مدعا کیلئے یہی روحانی طاقت
عمل میں لا رہی ہے۔
"نان کو آپریشن یعنے نہیں ساتھ ملکر کام کرنا"
یعنی "عدم معاملہ" کو "عدم تعاون" کا جنم دیدیا
اور پہلے تو عدم معاونت کا جنم دینا چاہیئے تھا۔
روحانی طاقت سے اس خلق کرنے میں سہو ہو
اور یہ سہو تو پہلے سے ہی چلا آیا ہے ؎

کہیں کہیں رگھو ناتھ کی گئی چوکڑی بھول
کابل میں میوے دیے اور متھرا میں ببول

خیر عدم تعاون کا جنم عدم معاملہ بغیر واسطہ
عدم معاونت مل گیا۔ اور جھٹ پٹ "عدم تعاون"
"ترک موالات" کا جنم لیکر ہم مسلمانوں کے
گھروں میں آگھسا۔ اور بولا کہ میں ترک تولی ہوں
نان کو آپریشن جی تم تو عدم معاملت ہو۔ یہ اتنے
جنم لیکر بادسہرہ کا سوانگ بنکر ہمارے گھروں
میں آکر انکی بنیادیں اکھاڑ رہے ہو۔
(۴) موالات کے دو ماخذ ہیں ایک وہ ماخذ

جیسے تولّیٰ ہے اور وہ ولی ہے جو اولیاء اللہ تعالیٰ کا واحد ہے۔

دوسرا وہ ماخذ ہے جیسے والی ہے اور وہ ولی ہے جو والی سے متعلق ہے نہ کہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے۔:

تولّیٰ موالات کا پورا پورا مرادف نہیں ہے۔ اور موالات معاملہ کے ساتھ جو والی کے ساتھ انتظام امور دینیہ کیلئے کیا جاتا ہے۔ مرادف نہیں ہے بلکہ تولّیٰ بھی موالات کے احاطہ میں داخل ہے اور معاملہ بھی اسطرح (جیسا اوپر لکھا گیا) پس تولّیٰ کے معنے معاملہ ہرگز نہیں ہو سکتے

عملی طریق ترک تولّیٰ

ا۔ ہندوؤں سے

مومنو! کبھی کسی آدمی کی جے نہ بلاؤ۔ ہندوؤں نے جے کا لفظ تو کرشن جی اور رام چندر جی کا جیکار بلانے کیلئے وضع کیا ہوا ہے۔ جنہوں نے جیسے حضرت مجدد الف ثانی رضؓ نے فرمایا ہوا ہے اپنے تئیں خدا کہلوایا کہ رام چندر جی سے پہلے خداوند کریم کیلئے رام کا نام استعمال ہی نہ ہوا کرتا تھا۔ سکھوں نے جو خداوند کریم کو واہگورو جی کہتے ہیں جے کی بجائے فتح کا لفظ اختیار کیا ہوا ہے اور ہمارے سلام کی بجائے آپس میں واہگورو جی کی خالصہ۔ سری واہگورو جی کی فتح بلاتے ہیں۔

۲۔ گائے کی قربانی جو اکبر کے ہندوؤں کیساتھ ناطہ رشتہ کرنے کے اثر کے سبب سے بند ہو گئی تھی اور جسکو حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے بڑی کوشش سے جہانگیر کے وقت میں جاری کرایا تھا کہ ہر ایک امیر نے اپنے دروازہ کے سامنے اپنی اپنی گائے کی قربانی کی تھی اسکو جاری رکھو

وہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت ام سلمیٰ رضؓ فرماتی ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم ھلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی بالشاۃ الخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب عید الضحیٰ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی بکری کی قربانی کرنا چاہے الخ

اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔ اس میں عید الضحیٰ تو غلط ہے عید الاضحیٰ چاہیئے تھا۔ اور بالشاۃ کا لفظ بڑھا کر بکری کا جملہ بڑھا لیا گیا ہوا ہے۔ [۱۳۶]

اصل حدیث شریف یہ ہے عن ام سلمۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم ھلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی فلا یمس عن شعرہ و اظفارہ۔ یعنی ام سلمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ تحقیق نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ واہلبیتہ وذریتہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو ہلال ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے تم میں سے کوئی یہ کہ قربانی کرے پس نہ کترواے اپنے بال اور نہ کٹوائے اپنے ناخن:

اس حدیث شریف میں ان یضحی کے بعد لفظ بالشاۃ زیادہ کر لیا گیا ہوا ہے تاکہ یہ کہ سکیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔ ہائے رے ظلم!

---

[۱۳۶] تحریف حدیث کی اس عبارت پر کیلئے مولوی حاکم علی تو خون کے آنسو نہیں روئے۔ اس دور کے بہت سے علماء نے تنبیہ کیا۔ اس موضوع پر پروفیسر سید سلیمان اشرف مرحوم صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کی تصنیف "الرشاد" مطبوعہ (۱۹۲۰ء) مکتبہ رضویہ نے حال ہی میں دوبارہ شائع کی ہے۔ محمد صدیق

۳۔ کبھی کسی ہندو کا جنازہ نہ اٹھاؤ اور نہ ہی اسکی راکھ لیکر گنگا میں پھینکنے جاؤ۔ کیونکہ گنگا تو انہوں نے مائی بنائی ہوئی ہے۔ جنہوں نے گائے کو مائی بنایا ہوا ہے کہ اس بہانہ سے بچھڑا باندہ گئو دودہ لینی کریں اور وہ دودھ جسکو یہ خود بچھڑے کا حق مانتے ہیں اپنے تئیں اسکا بڑا بھائی قرار

۲۶۔ نومبر ۱۹۲۰ء

دیکر اور ماں آں یہ تو میری ماں کہکر غٹاغٹ غٹ غٹ کرکے پی جاویں اور اسکے نیچے سے منہ میں خلاف اپنے دہرم کے قبل از وقت گھاس ٹھونس دیویں سہ

دادو دینا بانوری جو کھے چام کو رام
پونچھ مروڑے بیل کی اور کاڑھے اپنا کام

اور نہ ہی کسی ہندو کا جو تھا یا دسہرہ مناؤ یا اس کے لئے دعائے مغفرت کرو اور نہ ہی انکے چندن کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگواؤ کہ عمل کفر ہے

۴۔ کبھی ہڑتال مت کرو کہ یہ ہندو فعل ہے اور یہ وہ فعل ہے جسے یہ انگریزوں سے ہمکو سزائیں دلانے کیلئے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں

۵۔ واضح رہے کہ تم نے انکی دلداری کیلئے گائے کی قربانی چھوڑنی چاہی تھی مگر انہوں نے یہ داؤ لگایا کہ سرکار سے مطالبہ کردیا کہ مسلمان خود گائے ذبح کرنے سے باز آتے ہیں۔ ایک قانون بن جاوے کہ گائے ذبح کرنیوالا سزا پایا کرے

مولوی محمد عمر خاں صاحب جنکو انکے دوستوں نے خوب کوس کوس لیا ہے فرماتے ہیں کہ ریاست ٹونک میں جہاں کے وہ رہنے والے ہیں کونسل میں صرف ایک ہی ہندو ممبر ہے مگر اس نے باوجود کہ یہ اسلامی ریاست ہے اسکے تین ضلعوں میں قانون نافذ کردیا ہے کہ جو گائے ذبح کرے (خواہ

قربانی ہو یا عام خوردنی حلال) اسکے ساتھ قانونی سلوک کیا جائے

بھولے بھالے مسلمانو! بھائیو! پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ ہم کو انکی خواہشوں سے محفوظ رکھے میں انکے گھر دنیں بلا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھکو ہی انکے مقابلہ کیلئے کھڑا کردیا ہے تم ان کے اندرونی بھید نہیں جانتے۔

(خادم قوم حاکم علی حنفی نقشبندی قادری بی اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور [۱۳۷]

---

[۱۳۷] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۲۶۔ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۵ - ۶

ترکِ موالات کے ممکنہ قبیح نتائج سے عُلمائے حق نے عامۃ المسلمین کی آگاہی کے لیئے جو کام کیا اس کے واضح اثرات ہمیں اس دَور کی مسلم سیاسی قیادت کے افکار پر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں حکیم الاُمّت حضرت علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوٹوک بیان اخبارات میں شائع ہوتا ہے جس کا متن ہم ذیل میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں

"مہاتما گاندھی کی تحریک مُسلمانوں کے لیئے دلیلِ راہ نہیں

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حالاتِ حاضرہ محض ایک سیاسی مفہوم رکھتے ہیں اَور پختہ کارانِ سیاست ہی اس کے فیصلہ کے اہل ہیں اَور مسند نشینانِ منبر کو اِن حالات سے کچھ سروکار نہیں وُہ میری رائے ناقص میں ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں جو حقائق و تاریخِ اسلامیہ اَور شریعتِ حقّہ کے مقاصد کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ قومی زندگی کی کوئی حالت ایسی نہیں جس پر فقہائے اسلام نے حیرت انگیز چھان بین نہ کی ہو۔ اگر مُسلمان اِس ہنگامے کے دیئے ہُوئے قانون سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو اُن کی بدنصیبی ہے۔ شارع امّی (بابی انت وامی) نے وُہ اصُول بتائے ہیں کہ اُن کی ہمہ گیری کے سامنے حال کے مغربی فقہا کا تفقّہ جس پر ہمارے وکیلوں اَور بیرسٹروں کو ناز ہے ایک طفلِ مکتب کی ابجد خوانی نظر آتا ہے۔

رسالتِ محمّدیہؐ کا مقصد صرف یہی نہیں کہ بندوں کو اپنے رب سے ملائے بلکہ اس کا مقصد یہ بھی ہے (کہ) بندوں کو چار عناصر کی دُنیا میں رہنے اَور انفرادی اَور مِلّی زندگی بسر کرنے کے لیئے ایک مکمّل آئین بھی تیّار فرمائے اَور یہ آئین خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس وقت تک مُسلمانوں کے پاس ہے اس سے مستفید ہونے کے لیئے قوّتِ اِستدلال اَور پاکیزگیٔ عمل کی ضرورت ہے اَور ان اَوصاف کی متاعِ گرانمایہ ابھی تک بکلّی مفقود نہیں ہُوئی۔

مُسلمانوں کے لیئے نہ مسٹر گاندھی کی زندگی اُسوۂ حسنہ ہے نہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہدایت نامہ ان کے لیئے دلیلِ راہ ہو سکتا ہے۔

ان کو اپنے ہر فعل کے لیئے (خواہ انفرادی ہو خواہ اجتماعی) کتاب اللہ اَور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے عمل میں نظامِ کار تلاش کرنا چاہیئے۔ اَور جو نظامِ کار ان دو مواخذ سے ملے اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اَور

اِس بات کا خیال تک بھی نہ کرنا چاہیئے کہ ان کا نظامِ عمل مسٹر گاندھی کے پروگرام کے مطابق ہے یا اس سے مخالف ہے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس وقت جو معاملات زیرِ بحث ہیں محض سیاسی ہیں وُہ جمعیت الاسلامیہ کی ہیئت اَور اس کے مقاصد سے بالکل بے خبر ہیں۔ اِسلام کے نزدیک مسلمان کا کوئی فعل انفرادی ہو یا اجتماعی مذہب کی ہمہ گیری سے آزاد نہیں۔ اَور برخلاف دیگر مذاہب کے اِسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے لیئے احکام وضع کیئے ہیں ہم مسلمانوں کے عقیدے کی رُو سے اِنفرادی، ملّی اَور بین المِلّی قانون کا اصل الاصُول اِلہامِ الٰہی پر مبنی ہے۔ اَور اسلام کا ہر فعل اگر اس کا محرّک اللہ اَور رسُول کی رضاجوئی ہے تو وُہی فعل قُربِ الٰہی کا باعث ہے خواہ اس کا اثر فاعل کی اپنی ذات پر پڑتا ہو خواہ دیگر اقوام پر۔ وُہ سیاست جو مذہب سے معرّا ہو ضلالت وگمراہی ہے اَور وُہ مذہب جو اپنے احکام میں تمام ضروریاتِ اِنسانی کو ملحوظ نہیں رکھتا ایک قسم کی ناقص رہبانیّت ہے۔"[۱۳۸]

---

[۱۳۸] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۹۔ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۳

معاصرِین

- ○ آزاد، ابُوالکلام مولانا
- ○ آغا صفدر
- ○ اجمل خان، مسیح الملک حکیم محمد
- ○ احمد رضا خاں، اِمام
- ○ احمد علی، پروفیسر
- ○ اخگر، مولانا غلام احمد
- ○ اَرشد گورگانی، شہزادہ عبد الغنی[۱۳۹]
- ○ اشرف، پروفیسر سیّد سلیمان
- ○ اشرف علی تھانوی، مولانا
- ○ اشرفی، علی حسین سیّد شاہ کچھوچھوی
- ○ اقبال، علّامہ سر محمد اقبال
- ○ امیرالدین، میاں
- ○ امیر شاہ، سیّد
- ○ برکت علی، ملک ایم اے، ایل ایل بی
- بوٹ فلاور، ڈبلیو این ریاضی دان
- ○ بھیجدت، پنڈت رام
- ○ بیل، مسٹر ڈبلیو سر رشتۂ تعلیم پنجاب
- ○ پرویں رقم، خطّاطِ مشرق خلیفہ عبد المجید
- ○ تاج الدین احمد، خلیفہ
- ○ تاج، منشی تاج الدین احمد
- ○ تقی شاہ، سیّد
- ○ توکّلی، نور بخش پروفیسر
- ○ جسونت سِنگھ، سردار
- ○ جلال الدّین کاچھو، میاں

۱۳۹ مرزا بلند اختر شہزادہ عبد الغنی ارشد گورگانی انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سرگرم بانی اراکین میں سے ایک تھے۔ آخری تاجدارِ ہند بہادر شاہ ظفر کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سرکاری سکول میں مدرّس تھے۔ لاہور میں رہائش رکھتے تھے جب اُن کا تبادلہ فیروزپور میں ہوا تو بھی انجمن کے اجلاس میں شرکت کے لیے وہاں سے آیا کرتے تھے۔ انجمن کے مخلص بہی خواہوں میں سے تھے۔ فنِ شاعری میں مہارت رکھتے تھے۔ عمدہ و بے داغ شعر کہتے تھے۔ کلام میں سلاست و روانی، مزاج میں ظرافت و شگفتگی تھی۔ انجمن کے سالانہ اجلاس میں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) سامعین ہمہ تن گوش اُن کے کلام سے محظُوظ ہوتے تھے۔ ان کو شاعرِ انجمن کہا جاتا تھا۔ ہر نظم سے قبل حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو کر ملتان جا بسے۔ وہیں ۲۱۔ فروری ۱۹۰۶ء بروز بدھ بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن تپِ محرقہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ مجلّہ مخزن جولائی ۱۹۰۸ء میں ان کی تصویر شائع ہوئی تھی۔ عبدالرحیم بسمل ان کے شاگرد تھے۔

(انجمن حمایتِ اسلام کا ماہواری رسالہ مارچ ۱۹۰۶ء جلد ۲۲، شمارہ ۳۵۔ ص ۸-۹)

مولوی حاکم علی، اسلامیہ کالج کی تعمیر و ترقی اور طلباء کی بہبُود کے لیے جو مساعیِ جمیلہ انجام دیتے تھے ــــــ شہزادہ موصوف اُس کے بڑے قدردان تھے۔ مندرجہ ذیل شعر انجمن حمایتِ اسلام کے ایک جلسہ کی یادگار ہے۔ جو اُن کی ایک طویل مدحیہ نظم سے منقول ہے ؎

پھر آگے منشی حاکم علی کا نام آیا — پرنسپل ہیں یہ کالج کے انجمن کے مشیر

(انجمن حمایتِ اسلام کا ماہواری رسالہ فروری ۱۹۰۰ء ص ۳)

اکبری ذہنیت رکھنے والے کچھ لوگوں نے لاہور کے اسلامی مدارس مثلاً اسلامیہ کالج، اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ اور اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ ــــــ قومی درس گاہیں ــــــ بنانے کی آڑ میں رخنہ اندازی کر کے جب اپنے مخصُوص خیالات کو پھیلانے کے لیے، اپنے مخالف راسخ العقیدہ مسلمان اساتذہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے کی تدبیر چاہی تو اُس وقت شہزادہ مرزا ارشد گورگانی نے مندرجہ ذیل شعر انجمن کے سالانہ جلسے میں پڑھا تھا جس میں اشارۃً لطیف طنز بھی جھلکتی ہے، ملاحظہ ہو ؎

یہ کالج بنے مُفت اور میٹ تم ہو — ذرا مُنہ تو دیکھو بڑے سیٹھ تم ہو

۱۹۲۰ء میں گاندھی کی آندھی کے دوران جب کانگرسی گروہ موقع پا کر پہلے سے زیادہ سرگرم ہوا تو مولوی حاکم علی صاحب نے مذکُورہ شعر حسبِ حال (اُس دَور سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے) ذرا بدل کر پنجابی اُردو میں حسبِ ذیل موزُوں کیا ؎

ہو زرِ حنفیہ خرچ اور میٹ تم ہو — ذرا مُنہ تو دیکھو بڑے شیخ تم ہو

اِس تبدیل شدہ شعر کو مولوی صاحب نے اپنے تبلیغی رسالہ "قامع المرتدین والفجار" سلسلہ نمبر ۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں شائع کیا اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مسلمانانِ لاہور کو آگاہ کیا کہ مذکورہ بالا اسلامی درس گاہوں کی بنا رکھنے والے، اراکین اور چندہ دہندگان حضرات سب کے سب حنفی العقیدہ ہیں اور ان ہی کے روپیہ پیسہ سے یہ درس گاہیں رواں دواں ہیں۔

○ جلال الدین، مرزا۔ بیرسٹر
○ جماعت علی شاہ، پیر سیّد
○ جوہر، مولانا محمدّ علی
○ جیا رام، پروفیسر لالہ
○ چشتی، مولوی محرم علی
○ چنن دین، میاں
○ حالی، مولانا محمد الطاف حسین
○ حامد حسن قادری، پروفیسر
○ حامد رضا خاں، بریلوی، مولانا
○ حبیب اللہ خاں، امیر
○ حسرت، مولانا فضل الحسن موہانی
○ حسن نظامی، خواجہ
○ حمید الدین، قاضی خلیفہ محمد
○ خدایار امرتسری بی۔اے، بابو
○ داؤد غزنوی، سیّد مولانا
○ دل محمد، خواجہ
○ دونی چند، لالہ
○ دیدار علی شاہ، مولانا سیّد
○ ذوالفقار علی خان نواب مالیر کوٹلہ
○ رکن الدین مجدّدی نقشبندی، مولانا محمدّ
○ روحی، مولانا پروفیسر اصغر علی
○ سالک، مولانا علم الدین
○ ست دیو، سوامی

○ سرلا دیوی، شریمتی
○ سلطان محمود، قاضی
○ سلیمان ندوی، مولانا سیّد
○ سنت سنگھ، بھائی
○ سیّد احمد خاں، سر
○ شاہ سلیمان پھلواروی، قاری
○ شبلی نعمانی، مولانا
○ شجاع الدین، خلیفہ
○ شروانی، نواب حبیب الرحمٰن خان
○ شفیع، سر میاں محمد
○ شوکت علی، مولانا
○ شہباز الدین، حکیم
○ شیر محمد شرقپوری، میاں
○ ضیاء الدین، سر
○ ضیاء الدین، سیالوی خواجہ
○ طور، پروفیسر غلام محمد
○ ظفر اقبال، مولوی
○ ظفر علی خاں، مولانا
○ عبد الباری فرنگی محلی، مولانا
○ عبد الحامد بدایونی، مولانا
○ عبد الحکیم شمس العلماء مولوی
○ عبد الرحمٰن، مولوی، پروفیسر جامعہ عثمانیہ
○ عبد العزیز، شیخ خان صاحب

○ عبد العلیم صدّیقی، مولانا
○ عبد الغنی امرتسری، میاں
○ عبد القادر جہانگیروی، مفتی
○ عبد القادر، سر سیّد
○ عبد القادر، شیخ سر
○ عبد القادر، مفتی
○ عبد القدیر بدایونی، مولانا
○ عبد الماجد بدایونی، مولانا
○ عبد المالک، مولانا کھوڑوی
○ عبد اللہ ٹونکی، مفتی مولانا
○ عبد اللہ یوسف علی، علاّمہ
○ سابق پرنسپل اسلامیہ کالج
○ عزیز، پروفیسر ایم۔اے
سابق پرنسپل اسلامیہ کالج
○ عظیم اللہ، شیخ
○ علی بخش، میاں
○ عماد الدین، خلیفہ
○ غلام اللہ قصوری، مولوی، پروفیسر
○ غلام دستگیر قصوری، مولانا
○ غلام قادر بھیروی، مولانا
○ غلام محی الدین قصوری، مولانا
○ فتح علی خاں، نواب سر قزلباش
○ فضل احمد، قاضی لدھیانوی

○ فضل حسین، میاں
○ فضل حق، پروفیسر
○ فقیر افتخار الدین
○ فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری، حکیم
○ فوق، منشی محمد الدین
○ کچلو، ڈاکٹر سیف الدین
○ کرم علی ملیح آبادی، حافظ
○ کفایت اللہ دہلوی، مفتی محمد
○ کوہن، جولیئس بی
○ گاندھی، کرم چند موہن داس
○ گرامی، مولانا غلام قادر
○ محبوب عالم، منشی آف پیسہ اخبار
○ محدّث سورتی، شاہ وصی احمد
○ محسن الملک، نواب
○ محسن شاہ، سیّد
○ محمد اکرام، شیخ بیرسٹر مدفون دہلی
○ محمد شاہ، سیّد پلیڈر
○ محمد عبد الغنی، ڈاکٹر
○ محمد عبد المجید اجمیری، مولانا
○ محمود حسن، مولوی
○ مسٹر ولسن، ایل
○ مسلم، مولانا محمد بخش
○ مصطفٰے رضا، خان مفتی اعظم ہند

- مظفر الدین پروفیسر
- مظہر اللہ دہلوی "مفتیِ اعظم"، محمد
- معین الدین اجمیری، مولانا
- ملک لال خان
- مہر علی شاہ گولڑوی، پیر سید
- میراں بخش، بابو
- میر جان کابلی، سید
- ناظر، چودھری خوشی محمد
- ناظر، ڈاکٹر محمد دین
- نامی، پیر غلام دستگیر
- نبی بخش، بی اے پروفیسر چودھری
- سابق پرنسپل اسلامیہ کالج
- نبی بخش حلوائی، مولانا محمد
- نجم الدین، منشی

- نذیر احمد، ڈاکٹر پروفیسر
- سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور
- نظام الدین، منشی
- نعیم الدین مرادآبادی، مولانا محمد
- نیرنگ، میر غلام بھیک انبالوی
- وقار الملک، نواب
- وکیل، مولوی احمد دین
- ولسن، میجر الیگزنڈر
  سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور
- ولنر
- ہمایوں، جسٹس میاں محمد شاہ دین
- ہنری مارٹن سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور،
  اسلامیہ کالج پشاور
- یوینگ، پروفیسر

ماخذ

ماخذ

کُتب

۱۔ اِقبال نامہ : چراغ حسن حسرت ، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور س ن

۲۔ اِقبال نامہ (حصّہ دوم) : شیخ عطاء اللہ ، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء

۳۔ اِقبال کی صحبت میں : ڈاکٹر محمّد عبداللہ چغتائی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ انجینئرنگ یُونیورسٹی کا تاریخی ماحول : ڈاکٹر محمّد عبداللہ چغتائی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

۵۔ تاریخ اماکنِ لاہور : ڈاکٹر محمّد عبداللہ چغتائی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

۶۔ المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ : اِمام احمد رضا ، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

۷۔ فتاویٰ رضویہ (جلد ششم) : امام احمد رضا ، مطبوعہ مُبارک پُور اعظم گڑھ (انڈیا) ۱۹۸۱ء

۸۔ نزُولِ آیاتِ فرقان بسکُونِ زمین و آسمان : اِمام احمد رضا ، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

۹۔ النّور : پروفیسر محمّد سلیمان اشرف ، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء

۱۰۔ انوارِ آفتابِ صداقت : قاضی فضل احمد لدھیانوی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء

۱۱۔ اَوراقِ گُم گشتہ : پروفیسر رحیم بخش شاہین ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۲۔ اَوراقِ گُم گشتہ : رئیس احمد جعفری ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

۱۳۔ بیٹے کا حصّہ : غلام دستگیر نامی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۷ء

۱۴۔ تاریخِ جلیلہ : غلام دستگیر نامی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء

۱۵۔ پاکستان کا پس منظر اَور پیش منظر : میاں عبدالرشید ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

۱۶۔ پیغاماتِ یومِ رضا (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) : محمّد مقبول احمد قادری ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

۱۷۔ تذکرہ حضرتِ ایشانؒ : میاں اخلاق احمد ایم۔اے ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ، اشاعتِ چہارم

۱۸۔ تذکرہ عُلماء اہلِ سُنّت و جماعت لاہور : اقبال احمد فارُوقی ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۹۔ رسائلِ رِضویہ (جلد دوم) : محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری ،مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۲۰۔ روزگارِ فقیر (جلد دوم) فقیر سیّد وحید الدین ،مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء

۲۱۔ زندہ رُود (جلد اوّل) : جاوید اقبال ،مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۲۲۔ سوانح مرحوم خواجہ دِل محمدؔ : خواجہ گلزار محمدؔ ،مطبوعہ لاہور س ن

۲۳۔ قامع المرتدین والفجّار : پروفیسر مولوی حاکم علی ،مطبوعہ لاہور ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

۲۴۔ قوانینِ قدرت : پروفیسر مولوی حاکم علی ،مطبوعہ لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

۲۵۔ رؤیتِ ہلال : پروفیسر مولوی حاکم علی ،مطبوعہ لاہور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء

۲۶۔ عملی نامیاتی کیمیا (ڈاکٹر جولئیس بی کوہن) ،مترجمہ : پروفیسر مولوی حاکم علی ،مطبوعہ حیدر آباد دکن
۱۹۳۱ء ۔اشاعتِ دوم

۲۷۔ مجبور آوازیں : کے ایل گابا ،مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

۲۸۔ مصباح التحقیقت : محمد باقر نقشبندی مجدّدی ڈھیریالوی ،مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء

۲۹۔ معارفِ رضا : محمّد اطہر نعیمی ، سیّد محمّد ریاست علی قادری ،مطبوعہ کراچی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۳۰۔ نظریۂ پاکستان اور نصابی کتب : پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء

۳۱۔ ہندوؤں سے ترکِ موالات : منشی تاج الدین احمد تاجؔ ،مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء

۳۲۔ الرّشاد : پروفیسر محمّد سلیمان اشرف ،مطبوعہ علی گڈھ ۱۹۲۰ء

۳۳۔ خزینۂ رحمت : صوفی محمّد ابراہیم قصوریؔ ،مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

Key To Elementary Statics : Prof. Maulavi Hakim Ali, Lahore, 1894 -۳۴

Mechanics And Some of Its Mysteries : V. E. Johnson, London, 1912 -۳۵

Newton's Principia : Percival Frost, London, 1883 -۳۶

رسائل

۱۔ انجمن حمایتِ اسلام لاہور کا ماہواری رسالہ فروری سنہ ۱۹۰۰ء ، مئی سنہ ۱۹۰۰ء

۲۔ " " " " " " " جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

۳۔ " " " " " " " مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

۴۔ " " " " " " " مارچ سنہ ۱۹۰۷ء

۵۔ چودھویں سالانہ جلسہ انجمن حمایتِ اسلام کی رپورٹ فروری سنہ ۱۸۹۹ء

۶۔ تیئیسویں " " " " " " اپریل سنہ ۱۹۰۸ء

۷۔ ماہنامہ انوار الصّوفیہ لاہور نومبر سنہ ۱۹۱۷ء

۸۔ انجمن نعمانیہ لاہور کا ماہواری رسالہ نومبر، دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

۹۔ مجلّہ اسلامیہ کالج منتقلی اپریل سنہ ۱۹۰۵ء

۱۰۔ اسلامیہ کالج میگزین فروری ، مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

۱۱۔ مجلّہ کریسنٹ (اسلامیہ کالج) مارچ سنہ ۱۹۱۸ء

۱۲۔ " " " " سالنامہ سنہ ۱۹۳۰ء

۱۳۔ "نقوش" لاہور۔ فروری سنہ ۱۹۶۲ء

۱۴۔ " " جنوری سنہ ۱۹۶۶ء

۱۵۔ " " ستمبر سنہ ۱۹۷۷ء

اخبارات

۱- روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۲۲- اکتوبر ۱۹۲۰ء

۲- " " " " ۲- نومبر ۱۹۲۰ء

۳- " " " " " ۱۹-۲۰ " "

۴- " " " " " ۲۱ " "

۵- " " " " " ۲۶ " "

۶- " " " " " ۳- دسمبر "

۷- " " " " " ۷ " "

۸- " " " " " ۸ "

۹- " " " " " ۹

۱۰- " " " " " ۱۰ "

۱۱- " " " " ۲۹- جنوری ۱۹۲۱ء

۱۲- روزنامہ "زمیندار" لاہور ۱۲- اکتوبر ۱۹۲۰ء

۱۳- " " " ۱۲- نومبر "

۱۴- " " " ۱۶ " "

۱۵- " " " ۱۲- دسمبر "

پنجاب گزٹ

۱- پنجاب گزٹ ——— ۱۸۸۷ء ——— حصّہ سوم

۲- " " ——— ۱۸۸۹ء ——— " "

۳- " " ——— ۱۸۹۱ء ——— " "

۴- پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ——— ۹۲ ——— ۱۸۹۱ء

۵- " " " ——— ۹۳ ——— ۱۸۹۲ء

۶- " " " ——— ۹۵ ——— ۱۸۹۴ء

۷- " " " ——— ۹۷ ——— ۱۸۹۶ء

۸- " " " ——— ۹۸ ——— ۱۸۹۷ء

۹- " " " ——— ۱۹۰۰ ——— ۱۸۹۹ء

۱۰- " " " ——— ۰۷ ——— ۱۹۰۶ء

۱۱- " " " ——— ۰۸ ——— ۱۹۰۷ء

متفرقات

۱- قلمی رجسٹر رُوداد ہائے جنرل کونسل انجمن حمایتِ اسلام ۲۴ جُون ۱۹۰۰ء — ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء

۲- " " " " " " " " ۲۸ جُون ۱۹۰۳ء — ۲۴ جُون ۱۹۰۶ء

۳- " " " " " " " " ۱۵ اپریل ۱۹۱۴ء — ۴ دسمبر ۱۹۲۱ء

۴- " " " " اجلاس منیجنگ کمیٹی " ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء

۵- انجمن حمایتِ اسلام کی منیجنگ کمیٹی کی رُوداد ۱۰- نومبر ۱۹۰۷ء

۶- " " " " " " " " ۵ جولائی ۱۹۰۸ء

۷- " " " " " " " " ۵- ۷ اپریل ۱۹۰۸ء

۸- سالانہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام جنرل کونسل ۱۴- ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء

۹- بجٹ اسلامیہ کالج ۱۹۱۲ء

۱۰- قلمی ریکارڈ اسلامیہ کالج لائبریری سول لائنز، لاہور

۱۱- قلمی یادداشتیں مولانا حسنین رضا خان مرحوم

☆

نامِ نیکو رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نامِ نیکت برقرار

☆ سعدی علیہ الرحمۃ

حرفِ آخر

(١)

ہماری تاریخِ جدّوجہدِ آزادی کا ریکارڈ، اخباری شکل میں ہے یا کتابی صُورت میں، وُہ آج سمندر پار ـــــ لندن میں دستیاب ہے لیکن پاکستان کے قومی کتب خانوں میں ڈھونڈے سے نہیں مِلتا اور یہ بات کسی المیہ سے کم نہیں۔ جو قومیں اپنی تاریخ اور تاریخی مشاہیر کو فراموش کر دیتی ہیں وُہ زِندہ نہیں رہ سکتیں نظریاتی اساس پر وجُود میں آنے والی زندہ قومیں بنیادی نظریات کی حفاظت اور اِس سلسلے میں لٹریچر کی اہمیت و افادیت کا شدید اِحساس رکھتی ہیں۔

ہمارے ہاں بھی اگرچہ بعض ادارے ـــــ تحقیقاتِ اِسلامی، تحقیق تاریخ ثقافت کے خوش نما ناموں پر قائم ہیں بلکہ خود مصوّرِ پاکستان اور بانیِ پاکستان کے ناموں سے چلائے جا رہے ہیں اور لاکھوں روپے "ریسرچ" پر خرچ کر رہے ہیں ـــــ لیکن ان کی تحقیق و جستجو سے باخبر محبّ وطن بے خبر نہیں۔

---

[1] مثلاً حال ہی میں جامعۂ قائدِ اعظم کے ایک مُلحقہ ادارہ نے "جمعیۃ العُلماء ہند" کے نام سے ۲ جلدیں شائع کی ہیں تحریکِ پاکستان کی مخالف جماعتوں کی کارکردگی ایک مؤرّخ کے لِئے اگرچہ اہمیّت کی حامل ہے ـــــ لیکن جب مُسلم لیگ کے شائع کردہ کتابچے، سالانہ جلسوں کی رُودادیں، قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ کی تقاریر، اخباری بیانات، تمام خطُوط شائع نہ کِئے گئے ہوں، اس کے علاوہ دُوسری اہم شخصیّتیں، اور خصوصاً وُہ محسنینِ ملّتِ اِسلامیہ ـــــ جنہوں نے مِسٹر گاندھی کی "مہاتمائیت" کا طِلسم توڑ کر مُسلمانوں کو سیاسی خُودکشی سے بچایا اور اُن کے ایمانوں کو اندرُونی اور بیرُونی حملوں سے محفُوظ رکھا ـــــ کو پسِ پُشت ڈال دیا گیا ہو ـــــ ایسے میں "متحدہ ہندی قومیت" کے عَلَم بردار علماء کو محسنِ اِسلام بنا کر پیش کرنا پاکستان کے بنانے والوں سے اِنتقام لینے کے مترادف معلوم ہوتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کہ ـــــ ان کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

غنیمت ہے کہ کچھ نجی ادارے اپنی اپنی بساط کے مطابق سعی کر رہے ہیں۔ یہ متفرق اور غیر منظم کام بھی بہرحال اہم اور مفید ہے۔ جس سے مستقبل کے مؤرخ اور نئی نسل کے نوجوان یکساں استفادہ کر سکتے ہیں۔

(۲)

قرونِ اولیٰ کے مسلمان موجد ہوں یا عہدِ حاضر کے مسلم سکالر، ہم نے کسی سے انصاف نہیں کیا، گزشتہ اوراق میں قارئین، پروفیسر مولوی حاکم علی کی بلند پایہ علمی شخصیت سے یقیناً آگاہی حاصل کر چکے ہوں گے ——— ڈبلیو۔ این بوٹ فلاور سے ماہر شماریات کی کتاب کا حل لکھ کر اور خصوصاً دوسرے انگریز مصنف جے۔ بی کوہن کی گراں مایہ کتاب کو اُردو زبان میں منتقل کر کے مولوی حاکم علی صاحب نے ایسی علمی خدمت سر انجام دی جو سائنسی علوم کے تشنگان کے لئے آبِ حیات کا مقام رکھتی ہے کیونکہ ہماری زبان میں سائنسی علوم کی کتب کا ہمیشہ فقدان رہا ہے ———

(۳)

مولوی حاکم علی کو حق تعالیٰ نے جس دانش و بینش سے نوازا تھا ——— اُس دور کے بہت سے دینی و سیاسی رہنما محروم نظر آتے ہیں ——— تحریکِ ترکِ موالات کے دوران جب کانگریس نے تعلیمی مقاطعہ کا اعلان داغا اور کالج اور اسکول بند کرانے شروع کیے ——— علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مولوی صاحب مرحوم کے "پیارے" اسلامیہ کالج پر کانگریسی مسلمانوں نے دھاوا بولا تو علی گڑھ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف، ڈاکٹر ضیاالدین اور نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اور لاہور میں پروفیسر حاکم علی نے اس کے خلاف پہلے پہل آوازِ بلند کی اور مسلمانانِ برصغیر کو ہندو کی اس عیارانہ گہری چال سے بروقت خبردار کیا۔

ع مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ) غلطیوں سے قوم کو آگاہ کر کے ان کے مقابلے میں علمائے حق کے کردار کو روشن کرتے اور اس طرح نئی نسل کے سیاسی شعور کو پختہ تر کرتے مگر افسوس ایسا نہیں ہوا ———

——— یہ وہ نازک دور تھا جس میں گاندھی مختارِ کُل قرار پا چکے تھے۔ اور نادان مسلمانوں نے ان ہی کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا، اور وہ جمعیت العلمائے ہند کے سرکردہ رہنماؤں کی طرف سے اس قسم کی تجاویز (بصورتِ فتاویٰ) پاس کروانے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے کہ ——— "ان تمام قومی درس گاہوں کے منتظمین اور ارکان ——— جنہوں نے سرکاری اعانت اور سرکاری یونیورسٹیوں کے ساتھ الحاق کے ترک کرنے اور اس بارے میں "احکامِ شرعیہ" کی سماعت و اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ (جمعیۃ العلمائے ہند) یہ اعلان کرتی ہے کہ اُنہوں نے اہلِ اسلام کو چھوڑ کر اعداءِ اسلام کا ساتھ دیا ہے پس جب تک وہ اپنے اس فعل سے رجوع نہ کریں، تمام مسلمانوں کو ان کی اعانت و امداد سے دست بردار ہونا چاہئے، نیز طلباء اور ان کے سرپرست اور اساتذہ کو ان کالجوں، اسکولوں سے کوئی علاقہ نہیں رکھنا چاہئیے۔"[۲]

---

[۱] "پاکستان مخالفین کی نظر میں" از حسن مثنیٰ ندوی مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ اشاعتِ دوم ۱۹۴۶ء، ص ۱۴۔

تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کی باگ گاندھی جی کے ہاتھ میں تھی ——— قائدِ اعظم تحریکِ خلافت اور اس کی ضمنی تحریکوں کو ایک طرح مسلمانوں کے لئے نقصان دِہ سمجھتے تھے، وہ اس دوران عملی سیاست سے کنارہ کش رہے۔ مؤرخین اور محققین اس حقیقت سے آگاہ ہیں ———

——— لیکن تاریخ کو مسخ کرنے میں مصروف ہاتھ ایسی کہانیاں تراش رہے ہیں جن میں بانیٔ پاکستان کو ان احمقانہ تحریکوں کا حامی ہی نہیں رکن دکھایا جا رہا ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب رفیق غوری نامی رقم طراز ہیں :۔

"محمد علی جناح ——— تحریکِ خلافت کے سرگرم رکن رہے۔"

("جب پاکستان بن رہا تھا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۵)

مشہور محقق جناب میاں عبدالرشید نے کیا حقیقت افروز بات فرمائی ہے کہ "شرپسند عناصر قائدِ اعظم کے کردار کو مسخ کرنے کی کوششیں ڈنکے کی چوٹ پر کر رہے ہیں۔ "تحقیق" کے نام پر نظریۂ پاکستان پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے اور کوئی پوچھتا تک نہیں۔" (بحوالہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۲ جنوری ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۱۔ کالم ۱)

[۲] جمعیت العلماء کیا ہے؟ (حصہ دوم) مطبوعہ دہلی ۱۹۴۶ء از میاں محمد بحوالہ جمعیت العلماء ہند (جلد اول) مرتبہ پروین روزینہ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۰ء، ص ۷۸۔

سلسلۂ تعلیم کو تہ و بالا کرنے اور تعلیم کو ملیامیٹ کروانے میں کیا راز پوشیدہ تھا جو اُس وقت جمعیۃ العلماء ہند کے "مقدسین" کو نظر نہ آیا، وُہ ایک دردمند مُسلمان کی زبانی سُنیئے : ــــــ

"ہندو لیڈران کو یہ بات نہ بھاتی تھی کہ اِکّا، دُکّا مُسلمان بھی کسی سرکاری عُہدہ پر نظر آئے، مگر کچھ بس نہیں چلتا تھا، کہ جس یونیورسٹی (یا کالج) کی بدولت مسلمان تعلیم پا کر کچھ اسامیاں پُر کر لیتے تھے، اس کو بند کرا سکیں۔ تحریک ہٰذا میں ان کو یہ موقع مِل گیا، اور اُنھوں نے انگریزی تعلیم کے بائیکاٹ پر زور دیا۔ اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کو تعلیم پانے سے روکنے کی تجویز منظور کی لیکن اِس میں کیا راز مُضمر تھا، صرف یہی کہ علی گڑھ مسلم یُونیورسٹی کو توڑ دیا جائے تاکہ ہندوستان میں کوئی واحد مُسلم درس گاہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور باوجُود ے کہ تعلیمی بائیکاٹ کا حکم عام تھا۔ ہندو یُونیورسٹی پر آنچ نہ آنے دی گئی۔"

(مُسلمان اور کانگریس ــــــ اتحادِ مُسلم و مُشرک پر شریعتِ اسلام کا حکمِ مُبین۔ مرتبہ محمد مشتاق حسین فارُوقی، مطبوعہ مُرادآباد، ص ۳)

(۴)

مذکُورہ بالا نازک اور پُرفتن دَور میں جو مُسلمان کانگریس کے جال میں پھنسنے سے اِنکار کر دیتا یا قوم پرست گاندھوی علماء کے جھانسے میں نہ آتا، اُس کے خلاف بدنامی کی مہم چلائی جاتی ــــــ

چنانچہ اسی "گُناہِ بے گناہی" کی پاداش میں مولوی حاکم علی صاحب کے خلاف بھی اخباروں میں نامعقول مضامین نکلے اور اکثر ناروا و رکیک حملے کِئے گئے ــــــ اِسلامی مدارس کو ترکِ موالات کے اثراتِ بد سے محفوظ کی جانے والی سعیِ عظیم کو "حاکم علی کے لچر خیالات" سے تعبیر کیا گیا، انہیں "کالج کا نادان دوست" کہا گیا، ان کے وجُود کو "کالج کی بدنامی کا باعث" قرار دیا گیا۔ سب سے بڑھ کر "مارٹینی"[1] کا طعنہ دیا گیا ــــــ نیز مشہُور کر دیا گیا کہ مولوی صاحب "قادیانی" ہو گئے ہیں۔

سیلاب آیا اور گذر گیا، تُند و تیز موجوں اور بلا خیز طُوفانوں کے درمیان اگر معدُودے چند لوگ

---

[1] مخالفین نے مولوی صاحب کو پرنسپل ہنری مارٹن کا ایجنٹ مشہُور کرنے کے لِئے "مارٹینی" کی پھبتی کسی۔

چٹان کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں تو ان میں پروفیسر مولوی حاکم علی کا نام بہت ممتاز ہے۔ افراتفری اور سراسیمگی کے اِس عہد میں آپ نے جو حق سمجھا وُہی کہا۔ آنے والے وقت نے اُن کے مؤقف پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ حد یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد کانگریسی علماء نے بھی اپنا فتویٰ ترکِ موالات واپس لے لیا۔

(۵)

مولوی حاکم علی صاحب کی ذات آج کے اساتذہ، عُلماء، سیاسی رہنماؤں اور عامۃ المسلمین کے لِئے مینارۂ نُور کی حیثیّت رکھتی ہے۔ آج کہ اِبتدائی کُتب کے طالب علم بھی "علّامہ" ہونے کے دعوے دار عُلماء شعائرِ اِسلامی سے عملاً[1] بیزار، سیاسی رہنما محض گفتار کے شہسوار اور ہم سب مِن حیث القوم زر و سیم کے پرستار ہیں۔ ایسی نابغۂ روزگار شخصیّت کے عمل و کردار پر تفصیلی کام کی ضرورت ہے۔ پروفیسر محمّد صدّیق صاحب کی یہ کاوش نقطۂ آغاز[2] ہے جس کی اشاعت کی سعادت حاصل کر کے ہمیں بے پناہ خوشی ہو رہی ہے۔ اُمّید کرنی چاہیئے کہ واقفِ حال لوگ آگے آئیں گے اور قوم کے اس عظیم محسن کی خدمات سے قوم کو آگاہ کرنے کے فرض سے عُہدہ برآ ہوں گے۔

قمر الدّین

ناظمِ مکتبہ

---

[1] روزنامہ "امروز" لاہور۔ ۹ اپریل ۱۹۸۰ء میں پاکستان کے ایک مشہُور قاری اور قاریہ کے دورۂ ملائیشیا کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں قاریہ موصُوفہ نہ صرف یہ کہ کھُلے مُنہ مسکرا رہی ہیں بلکہ ملائیشیا کے بادشاہ سے باقاعدہ مصافحہ کر رہی ہیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

[2] اس موضوع پر پروفیسر صاحب موصُوف کا ایک مضمُون بعنوان "مولوی حاکم علی" قبل ازیں پاکستان کے مؤقر علمی ادبی ماہوار مجلّے "المعارف" لاہور کے تین شماروں فروری، مارچ، اپریل ۱۹۸۲ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ناشر

الرشاد

تحریکِ خلافت

و

ترکِ موالات

کے تاریخی ایّام کے اَوراقِ بازیافتہ

○

پروفیسر سیّد محمّد سلیمان اَشرف رحمۃ اللہ علیہ

(صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علیگڈھ)

○

سنہ ۲۱-۱۹۲۰ء

کے ھیجانی دَور کی یادگار تالیف،

جب علماء کے ایک گروہ نے

خوشنودیِ ھنود

کی خاطر شعائرِ اسلام کو

پسِ پُشت ڈال دیا

○

ملنے کا پتہ:- مکتبۂ رضویہ، ۲/۲۴-سوڈھیوال کالونی ملتان روڈ لاہور ۲۵

صفحات: ۱۰۴ —— قیمت ۵۰-۷ رُپے